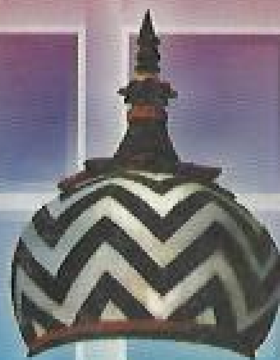


مقالاتِ رضویہ

جلد دوم

تصنیف: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

الممتاز پبلی کیشنز، لاہور

نام کتاب ——— مقالات رضویہ
مصنف ——— علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
مرتب ——— محمد عبدالستار طاہر
پروف ریڈنگ ——— محمد عبدالستار طاہر
ضخامت ——— ۱۳۲
تعداد ——— ۱۰۰۰
کمپوزنگ ——— الحجاز کمپوزرز، اسلام پورہ، لاہور 7225944
ناشر ——— المستاز پبلی کیشنز، لاہور
باہتمام ——— حافظ نثار احمد قادری
قیمت ——— ۳۶/۰۰

ملنے کے پتے

مکتبہ قادریہ

۱- جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور
۲- داتا دربار مارکیٹ، لاہور - فون : 7226193

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلی بات

فاضل لاہوری، محسنِ اہل سنّت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب مدظلہ العالی کی علمی زندگی پر اگر ہم ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو یہ بات واضح طور پر محسوس ہوگی کہ آپ کے علمی سفر کا آغاز رضویت کے حوالے سے ہوا۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے ان کی فکری و نظریاتی وابستگی اس بات کا مظہر ہے کہ آپ نے راہِ طریقت کیلئے بھی ایک ایسی ہستی کا انتخاب کیا جو امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی منظورِ نظر تھی۔ جیسا کہ ایک انٹرویو میں آپ نے بتایا:

"حضرت مفتی اعظم پاکستان (علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ) کو امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اجازت و خلافت حاصل تھی، سید صاحب سے بیعت ہونے کی بڑی وجہ یہ تھی" [1]

آپ نے سب سے پہلے 1968ء میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے محبِ خاص مولانا احمد حسن کانپوری علیہ الرحمہ کا شرح سلّم "حمداللہ" پر نایاب حاشیہ مکتبہ رضویہ، لاہور سے شائع کیا، آپ نے "مکتبہ رضویہ" کے نام سے ادارہ اسی لیے قائم کیا تھا کہ اس پلیٹ فارم سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی کتب و رسائل اور ان کے بارے میں تحریرات شائع کی جائیں، چنانچہ مکتبہ رضویہ، لاہور نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی متعدد کتب شائع کیں۔

جن دنوں آپ جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور میں خدمات انجام دے رہے تھے، تب وہاں کے بکھرے ہوئے علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا، اجتماعیت کے اثرات و ثمرات سے آگاہ کیا اور "جمعیت علمائے سرحد، پاکستان" قائم کی۔ وہاں سے آپ نے امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسائل ترجمہ کر کے شائع کیے۔ جن میں سرفہرست "الحجة الفائحة" اور "اتیان الارواح" ہیں۔ ان کے علاوہ "بذل الجوائز"، "شرح الحقوق" وغیرہ شامل ہیں علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

"انھوں نے اپنے طرزِ تبلیغ سے لوگوں کے دلوں میں مسلک رضوی سے محبت پیدا کی۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی اور تحقیقی خدمات سے انھیں

---

[1] انٹرویو ماہنامہ اخبار اہل سنت، لاہور: شمارہ جولائی ۱۹۹۷

متعارف کرایا- اور پہلی مرتبہ ہری پور میں مولانا کی قیادت میں یوم رضا منایا گیا-

چار سال بعد مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم، چکوال چلے گئے- انھوں نے وہاں بھی جذبہ اور لگن رکھنے والے نوجوانوں اور فعال کارکنوں کو ڈھونڈ نکالا- وہاں بھی جماعت اہل سنت کی تنظیم قائم کردی- اور اشاعت دین کا کام شروع کردیا-

مولانا نے اگرچہ چکوال میں تھوڑا عرصہ قیام کیا لیکن اس عرصہ میں انھوں نے وہاں کے لوگوں میں سنیت اور رضویت کی روح پھونک دی- مولانا نے وہاں بھی بڑی دھوم دھام اور جوش و خروش سے یوم رضا منایا اور جماعت کی طرف سے (امام احمد رضا کے) کے دو رسالے "راد القحط و الوباء" اور "اعز الاکتناہ" شائع کیے-" [2]

فکری تسکین و نظریاتی سوچ کے فروغ و اشاعت کی خاطر علامہ شرف صاحب نے دسمبر 1973ء میں مکتبہ قادریہ، لاہور قائم کیا- اور مسلک اہل سنت کی ترجمان کتب شائع کیں- جن دنوں آپ چکوال میں قیام پذیر تھے (دسمبر 1971ء تا 1973ء) تو مرکزی مجلس رضا، لاہور نے 1972ء میں آپ کا ایک مقالہ "سوانح سراج الفقہاء" شائع کیا- اس سے قبل آپ ایک قاری کی حیثیت سے مرکزی مجلس رضا، لاہور سے وابستہ تھے لیکن اب مجلس سے ایک قلمکار کی حیثیت سے وابستگی ہوگئی- دسمبر 1986ء تک آپ مرکزی مجلس رضا، لاہور کے علمی سرپرستوں میں سے رہے- مرکزی مجلس رضا، لاہور نے آپ کی متعدد کتب شائع کیں، جن میں یہ دو کتب بہت مقبول ہوئیں:

☆اندھیرے سے اُجالے تک

☆ شیشے کے گھر

بعد ازاں آپ نے 1987ء میں رضا اکیڈمی، لاہور کی سرپرستی قبول فرمائی، جو تادم تحریر ڈیڑھ سو سے زائد کتب شائع کرچکی ہے- علاوہ ازیں آپ رضا دار الاشاعت، لاہور اور رضا فاؤنڈیشن، لاہور کے بھی معتمد خاص ہیں- جن سے علمی و قلمی تعاون جاری و ساری ہے

۲- غلام رسول سعیدی، علامہ: تعارف صاحب "تذکرہ اکابر اہلسنت" مطبوعہ، لاہور ۱۹۷۶ء

گزشتہ دنوں احقر آپ کے تذکرہ [3] کی تکمیل کے دوران آپ کی خدمت میں یہ تجویز پیش کرچکا تھا کہ ماشاء اللہ آپ کے مقالات بہت ہیں اور ان کے دیگر مجموعے منظر عام پر آنے چاہئیں- دو مجموعے:

☆مقالات سیرت طیبہ

☆ نور نور چہرے

شائع ہوچکے ہیں، یہ جا کہ بقیہ مجموعے تو اپنے اپنے وقت پر منظر عام پر آتے ہی رہیں گے لیکن امام احمد رضا کے حوالے سے محررہ آپ کے مقالات و مقدمات کو علیحدہ کتابی صورت میں جلد از جلد آنا چاہیے- جبکہ آپ کی رضویات میں خدمات کے اعتراف میں 1991ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، گولڈ میڈل پیش کرچکا ہے، تو ان تمام تحریرات کا مجموعہ پیش کیا جانا چاہیے- اس سے قبل احقر پیر و مرشد رہبر شریعت و طریقت عالی مرتبت حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے مقالات و مقدمات کے مجموعے مرتب کرچکا ہے، مقدمات کے تین مجموعے تو کراچی سے شائع ہوچکے ہیں [4] مقالات کا مجموعہ تاحال شائع نہیں ہوا البتہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے زیر اہتمام کمپوزنگ کا آغاز ہوچکا ہے- اسی طرح علامہ محمد عبد الحکیم خاں اختر شاہجہان پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ پر مقالات و مقدمات کے مجموعہ کی اشاعت کے لیے ان کے متوسلین کو توجہ دلائی گئی ——— کم از کم آپ تو وقت کی ضرورت کا خیال فرمائیں- آپ نے تبسم فرما کر یہ کام بھی احقر کو سونپ دیا- چنانچہ آپ کی شفقت کے پیش نظر یہ مجموعہ مرتب کرکے پیش کررہا ہوں-

یہاں چند باتوں کی وضاحت ضروری ہے تاکہ علامہ شرف قادری صاحب کے قارئین کو کسی مغالطہ سے دوچار نہ ہونا پڑے-

☆بعض تقدیمات و مقدمات کو کچھ رسائل نے مقالات کی صورت میں شائع کیا ہے- مثلاً "امام احمد رضا اور ردِّ مرزائیت" ——— یہ دراصل امام احمد رضا کے مجموعہ رسائل "ردِّ مرزائیت" کی تقدیم ہے، جسے مقالہ کی صورت میں شائع کیا گیا-

---

۳- نوٹ: یہ تذکرہ "محسن اہل سنت" کے عنوان سے رضا دار الاشاعت، لاہور نے حال ہی میں شائع کرا دیا ہے ——— طاہر

۴- آئینہ رضویات جلد دوم، مطبوعہ ۱۹۹۳ء کراچی، آئینہ رضویات جلد سوم مطبوعہ ۱۹۹۵ء کراچی

☆اسی طرح ماہنامہ حجاز جدید، دہلی کے "امام اہلسنت نمبر" میں دو مقالات شائع کیے گئے:

۱- امام احمد رضا اور انگریز

۲- امام احمد رضا اور فتنہ قادیان

یہ علیحدہ سے نئے مقالات نہیں بلکہ کسی کتاب سے مذکورہ عنوان کے تحت مقالہ کی حیثیت سے شائع کر دیا گیا۔

☆اسی طرح سے مقالہ "ترجمان قرآن --- امام احمد رضا" کو "مطالب قرآن" کے زیر عنوان کنزالایمان شریف مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور کے آخر میں شامل کیا گیا ہے

☆"دو اہم فتوے" کی تقدیم کو بعنوان "امام احمد رضا پر ایک الزام کی حقیقت" پمفلٹ کی شکل میں لاہور سے شائع کیا گیا۔

☆امام احمد رضا کے مجموعہ رسائل ردّ روافض کے مقدمہ کو بعنوان "امام احمد رضا اور ردّ شیعہ" مقالہ کی حیثیت سے شائع کیا گیا۔

☆مقالہ "فتاویٰ رضویہ کی انفرادی خصوصیات" ----- "فتاویٰ رضویہ" جدید جلد اول مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور کی تقدیم کی شکل میں شائع ہوا ہے۔

☆مقالہ "نغماتِ رضا" ——— رسالہ "سلام رضا" مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور کی تقدیم ہے۔

بیشتر تقدیمات ضخیم تھیں اور موضوع کے لحاظ سے ان میں سیر حاصل گفتگو کی گئی تھی۔ لہٰذا وہ تقدیمات بھی ایک تحقیقی مقالہ کا حکم رکھتی تھیں۔ اسی لیے بالعموم کئی مقدمات، مقالات کی صورت میں بھی منظر عام پر جلوہ گر ہوئے۔ گو کہ علامہ شرف صاحب کے مقالات کے اس مجموعہ کی قابل ذکر ضخامت نہ ہو سکی۔ البتہ یہ کمی مجموعہ تقدیمات نے پوری کر دی ہے اور وہ اس مجموعہ سے تین گنا ضخیم ہے۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

مزید برآں ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور میں شائع ہونے والے مقالات بھی نئے نہیں بلکہ مختلف کتب سے مواد لے کر حسب دل خواہ عنوان سے شائع کر دیے گئے ہیں:

☆امام احمد رضا خاں اور ردّ مرزائیت اگست 1984ء

☆امام احمد رضا بحیثیت اسلامی مفکر اکتوبر 1985ء

☆شدھی تحریک میں خلفائے اعلیٰ حضرت کا کردار دسمبر 1985ء

☆علمائے اہلسنت اور تحریک پاکستان اگست 1997ء

علاوہ ازیں یہ مقالات بھی نئے نہیں ہیں:

☆دو قومی نظریہ اور اعلیٰ حضرت ماہنامہ فیض رضا، فیصل آباد، مارچ 1975ء

☆جان و دل، ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے، ماہنامہ فیض رضا، فیصل آباد فروری 1976ء

☆حیاتِ اعلیٰ حضرت، چند تابناک گوشے، ماہنامہ منہاج القرآن، لاہور، فروری 1976ء

☆امام احمد رضا خاں بریلوی، عشق و محبتِ رسول، ماہنامہ رضوان، لاہور، فروری 1979ء

☆رجل عظیم ماہنامہ نور الحبیب، بصیر پور، جنوری 1980ء

☆فتاویٰ رضویہ کی انفرادی خصوصیات

ماہنامہ ترجمان اہلسنت، کراچی، جولائی 1983ء

☆کیا احمد رضا خاں انگریزوں کے ایجنٹ تھے؟

ماہنامہ ترجمان اہلسنت، کراچی، جولائی 1983ء

☆فریب نظر "البریلویہ" کا تنقیدی جائزہ

ماہنامہ نور الحبیب، بصیر پور، فروری 1985ء

☆حب پیغمبر کی دنیائے جمیل روزنامہ جدت، پشاور، 8 نومبر، 1985ء

ناسپاسی ہوگی اگر ان احباب کا شکریہ ادا نہ کروں جن کے تعاون سے یہ کٹھن کام سہل ہو سکا:

☆برادرم مولانا مشتاق احمد قادری

☆برادرم مولانا محمد جاوید اقبال قصوری، فاضل دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆برادرم ملک محمد سعید مسعودی مجاہد آبادی، مہتمم ادارہ مظہر اسلام، لاہور

اللہ پاک انہیں اجر عظیم عطا فرمائے اور ہم سب کی ان مساعی کو شرف قبولیت عطا فرما کر خاتمہ بالایمان فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین و الحمد لله رب العالمین۔

خاکپائے صاحبدلاں
محمد عبد الستار طاہر عفی عنہ
ہجویری کلاتھ ہاؤس
E III/A پیر کالونی، مین روڈ والٹن، لاہور کینٹ نمبر ۵۴۸۱۰

۲۹/ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ
۲۶/ مئی ۱۹۹۸ء

حیات علامہ شرف قادری --- ایک نظر میں

محمد عبدالستار طاہر

واقعہ	تاریخ
۱- ولادت باسعادت بمقام مرزاپور ضلع ہوشیارپور	۲۴/شعبان ۱۳۶۳ھ / ۱۳/اگست ۱۹۴۴ء
۲- قیام پاکستان پر تین سال کی عمر میں لاہور ہجرت کی	۱۹۴۷ء
۳- شفیق ترین ہستی ماں جی "جنت بی بی" کا وصال	۱۹۴۸ء
۴- ایم سی پرائمری سکول انجمن شیڈ، لاہور سے پرائمری تعلیم کا آغاز	۱۹۵۱ء
۵- چھوٹی ہمشیرہ کی وفات	بروز جمعہ - ۱۹/جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ / ۷/مارچ ۱۹۵۲ء
۶- تکمیل پرائمری تعلیم	۱۹۵۵ء
۷- جامعہ رضویہ، فیصل آباد میں داخلہ لیا اور شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری سے منطق کا ابتدائی رسالہ "صغریٰ" پڑھا	شوال ۱۳۷۴ھ / جون ۱۹۵۵ء
۸- دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف میں داخلہ لیا- وہاں مولانا صوفی حامد علی سے "نحو میر" کا درس لیا-	۲۹/جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ / ۲/جنوری ۱۹۵۷ء
۹- جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں داخلہ لیا یہاں مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، مولانا غلام رسول رضوی، مولانا محمد شمس الزماں قادری وغیرہم سے استفادہ کیا-	شوال ۱۳۷۶ھ / مئی ۱۹۵۷ء تا اکتوبر ۱۹۶۱ء
۱۰- والدہ صاحبہ رابعہ بی بی رحمہا اللہ تعالیٰ کی حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت	۱۸/جمادی الآخرہ ۱۳۷۸ھ / ۳۰/دسمبر ۱۹۵۸ء
۱۱- جامعہ مظہریہ امدادیہ، بندیال میں داخلہ لیا اور استاذ الاساتذہ مولانا عطا محمد بندیالوی چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ سے استفادہ کیا-	ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء
۱۲- شادی خانہ آبادی	بروز اتوار ۱۳/شوال ۱۳۸۳ھ / ۱۰/مارچ ۱۹۶۳ء
۱۳- سند فضیلت (تحصیل علوم سے فراغت)	۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء
۱۴- جامعہ نعیمیہ، لاہور سے تدریسی زندگی کا آغاز	شوال ۱۳۸۴ھ / مارچ ۱۹۶۵ء
۱۵- جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں آغاز تدریس	شوال ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۶ء
۱۶- ولادت صاحبزادہ ممتاز احمد سدیدی	۲۴/شعبان ۱۳۸۶ھ / ۸/دسمبر ۱۹۶۶ء جمعرات
۱۷- دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف میں ڈیڑھ ماہ (نصف شعبان اور پورا رمضان المبارک) تدریس	دسمبر ۱۹۶۶ء اور نصف جنوری ۱۹۶۷ء
۱۸- مکتبہ رضویہ انجمن شیڈ، لاہور کا قیام	۱۹۶۷ء
۱۹- دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور ہزارہ میں مفتی اور صدر مدرس کی حیثیت سے چار سال خدمات	۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۱ء
۲۰- رسالہ "احسن الکلام فی مسئلۃ القیام" کی ہری پور سے اشاعت	۱۹۶۸ء
۲۱- ہری پور ہزارہ میں جمعیت علمائے سرحد پاکستان کا قیام	۱۹۶۹ء
۲۲- رسالہ "غایۃ الاحتیاط فی جواز حیلۃ الاسقاط" کی ہری پور سے اشاعت	۱۹۶۹ء
۲۳- امام احمد رضا کے فارسی رسالہ "الحجۃ الفائحۃ" کا ترجمہ اور "اتیان الارواح" کی ہری پور سے اشاعت	۱۹۶۹ء
۲۴- "یاد اعلیٰ حضرت" کی ہری پور ہزارہ سے اشاعت	۱۹۷۰ء
۲۵- امام احمد رضا کا رسالہ "شرح الحقوق" ہری پور سے شائع کیا	۱۹۷۰ء
۲۶- حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں شرف بیعت	بروز بدھ ۱۹/محرم الحرام ۱۳۹۵ھ / ۲۵/مارچ ۱۹۷۵ء
۲۷- ہری پور ہزارہ میں "یوم رضا" کا آغاز کیا	۱۹۷۱ء
۲۸- مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم، چکوال میں صدر مدرس کی حیثیت سے دو سال کے لئے آغاز کار	۱۳۹۱ھ / دسمبر ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۳ء
۲۹- "سوانح سراج الفقہاء" کی مرکزی مجلس رضا، لاہور سے اشاعت	۱۹۷۲ء

۳۰-سب سے پہلا مقالہ "علامہ فضل حق خیر آبادی"

ماہنامہ ترجمان اہل سنت، کراچی سے شائع ہوا — فروری ۱۹۷۲ء

۳۱- چکوال میں "جماعت اہل سنت" کا قیام — ۱۹۷۲ء

۳۲- چکوال میں "یوم رضا" کا آغاز — ۲۷/صفر ۱۳۹۳ھ / ۱۲ مارچ ۱۹۷۲ء

۳۳-امام احمد رضا کے رسائل "راد القحط و الوباء باعز الاکساء"

اور "غاية التحقيق" کی اشاعت — ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء

۳۴- تقریب یوم رضا و یوم علامہ فضل حق خیر آبادی،

بمقام چکوال — ۱۵ صفر ۱۳۹۳ھ / ۲۱ مارچ ۱۹۷۳ء

۳۵- جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں دوبارہ تدریس کا آغاز — شوال ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء

۳۶- مکتبہ قادریہ، لاہور کا قیام — دسمبر ۱۹۷۳ء

۳۷- جامع مسجد عمر روڈ، اسلام پورہ سے آغاز خطاب — ۱۹۷۳ء

۳۸- صدر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور — ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء

۳۹- شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور — ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء

۴۰- "تذکرہ اکابر اہل سنت" کی لاہور سے اولین اشاعت — ۲۶/رمضان ۱۳۹۶ھ / ستمبر ۱۹۷۶ء

۴۱- خسر صاحب قاضی علی بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال — ۱۲/ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

۴۲- ولادت صاحبزادہ مشتاق احمد قادری — اتوار ۱۸/دسمبر ۱۹۷۷ء

۴۳- سنی رائٹرز گلڈ کے صدر کی حیثیت سے دو سال کیلئے چناؤ — جمعرات ۲۶/جون ۱۹۸۰ء

۴۴- تیسرے بیٹے حافظ نثار احمد قادری کی ولادت — اتوار ۱۰/دسمبر ۱۹۷۸ء

۴۵- "الحديقة الندية" پر عربی مقدمہ لکھنے پر علامہ ارشد القادری

کا خراج تحسین مکتوب --- محررہ بنام علامہ محمد منشا تابش قصوری — ۱۳/فروری ۱۹۷۹ء

۴۶-علامہ فضل حق خیر آبادی کی معروف کتاب "تحقيق الفتوىٰ

في ابطال الطغوىٰ" کا ترجمہ اور ہندیال سے اشاعت جسے بعد

میں شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ کے عنوان سے شائع کیا گیا۔ — ۱۹۷۹ء

۴۷-علامہ یوسف نبہانی کی کتاب "الشرف المؤبد لآل محمد"

کا اردو ترجمہ "برکات آل رسول" کیا اور شائع بھی کیا — ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۱ء

۴۸- پہلی بار حج و زیارات مقدسہ کی سعادت حاصل ہوئی — ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء

۴۹-خانوادہ اعلیٰ حضرت، مولانا ریحان رضا خاں سے

اجازت و خلافت ملی — ۵/محرم الحرام ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء

۵۰- غیر مقلدین کے رد میں لکھی گئی تحقیقی کتاب

"اندھیرے سے اجالے تک" کی لاہور سے اشاعت — ۱۹۸۵ء

۵۱-اعلیٰ حضرت کے رسالہ مبارکہ "انوار الانتباہ" کے ساتھ

مقالہ "ندائے یا رسول اللہ" لکھ کر لاہور سے شائع کیا — ۱۹۸۵ء

۵۲- غیر مقلدین کی انگریز نوازی کے بارے میں تحقیقی کتاب

"شیشے کے گھر" کی لاہور سے اشاعت اور عالمگیر پذیرائی — ۱۹۸۶ء

۵۳- سقوط مرکزی مجلس رضا، لاہور — دسمبر ۱۹۸۶ء

۵۴- رضا اکیڈمی، لاہور کی سرپرستی — ۱۹۸۷ء

۵۵- وصال پر ملال والدہ ماجدہ رابعہ بی بی — ۷/جولائی ۱۹۸۷ء

۵۶- سانحہ ارتحال والد ماجد مولوی اللہ دتا علیہ الرحمہ — ۱/۳ اپریل ۱۹۸۹ء

۵۷- "ادلة اهل السنة و الجماعة" مصنفہ سید یوسف سید ہاشم

رفاعی کے اردو ترجمہ "اسلامی عقائد" کی لاہور سے اشاعت — ۱۹۹۰ء

۵۸- "اشعة اللمعات" جلد چہارم کے اردو ترجمہ کی لاہور سے

اشاعت — ۱۹۹۰ء

۵۹- خوش دامن بیگم بی بی صاحبہ کا انتقال — ۱۱/جولائی ۱۹۹۰ء

۶۰- ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے لاہور میں امام احمد رضا

گولڈ میڈل پیش کیا — ۱۹۹۱ء

۶۱- جلال آباد، افغانستان کا چار روزہ دورہ — ۲۴ تا ۲۸/اپریل ۱۹۹۲ء

۶۲- عرس مبارک امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ

سرہند شریف میں شرکت (چھ روزہ دورہ) — ۲۵ تا ۳۰/اگست ۱۹۹۲ء

۶۳-سیرت پاک کے حوالے سے محررہ مقالات کے مجموعہ
"مقالات سیرت طیبہ" کی لاہور سے اشاعت — ۱۹۹۳ء

۶۴-علامہ شیخ محمد صالح فرفور، دمشق کی کتاب "من نفحات
الخلود" کا اردو ترجمہ "زندہ جاوید خوشبوئیں" کیا اور اسے
مکتبہ قادریہ سے شائع بھی کیا — ۱۹۹۳ء

۶۵-دوسری بار والد ماجد کی طرف سے حج بدل کیا۔
اس سال حج اکبر کی سعادت نصیب ہوئی — ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

۶۶-مقالہ "مدینۃ العلم" عربی اور "شہر یار علم" اردو کی
رضا اکیڈمی، لاہور سے یکجا اشاعت — ۱۹۹۶ء

۶۷-علمی حلقوں میں ہاتھوں ہاتھ لی جانے والی تحقیقی عربی کتاب
"من عقائد اهل السنة" کی لاہور سے اشاعت — ۱۹۹۶ء

۶۸-"نور نور چہرے" کی لاہور سے اشاعت — ۱۹۹۷ء

۶۹-مرکز تحقیقات اسلامیہ، لاہور کا صدر منتخب کیا گیا — ۱۹۹۷ء

۷۰-منجھلے بیٹے مولانا مشتاق احمد قادری کی میٹرک (آرٹس) کے
امتحان میں پورے سرگودھا بورڈ میں اول پوزیشن — ۱۹۹۷ء

۷۱-"اشعة اللمعات" شرح مشکوٰۃ شریف کے اردو ترجمہ کی
جلد پنجم اور ششم کی لاہور سے اشاعت — ۱۹۹۷ء

۷۲-سب سے چھوٹے صاحبزادے حافظ نثار احمد قادری نے
المتاز پبلی کیشنز، لاہور، اشاعتی ادارہ قائم کیا — ۱۹۹۷ء

۷۳-انٹرنیشنل امام ابو حنیفہ کانفرنس، اسلام آباد میں
عربی مقالہ "فی ظلال الفتاوی الرضوية" پڑھا — ۵ تا ۸/اکتوبر ۱۹۹۸ء

۷۴-قرآن حکیم کے اردو ترجمہ کا آغاز کیا — ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء

۷۵-بڑے بیٹے مولانا ممتاز احمد سدیدی نے جامعہ ازہر شریف میں
ایم فل کا مقالہ لکھا اور مناقشہ (وائیوا) میں کامیابی حاصل کی — ۲۵/جولائی ۱۹۹۹ء

۷۶-منجھلے بیٹے مولانا مشتاق احمد قادری کو ایف اے کے
امتحان میں سرگودھا بورڈ کی طرف سے گولڈ میڈل ملا — ۳۰/اگست ۱۹۹۹ء

۷۷-علامہ شرف قادری کی پہلی سوانح حیات "محسن اہل سنت"
ترتیب محمد عبدالستار طاہر، کی اشاعت — ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء

۷۸-سید وجاہت رسول قادری (کراچی) کے ہمراہ سترہ روزہ
دورے پر قاہرہ گئے شیخ الازہر اور دیگر علماء سے ملاقاتیں کیں — ۶/ستمبر ۱۹۹۹ء

۷۹-مشتاق احمد قادری کو دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی
طرف سے ضیاء الامت ایوارڈ دیا گیا — ستمبر ۱۹۹۹ء

۸۰-تذکار شرف کی اشاعت جس میں راقم نے مختلف ارباب قلم
کے تحریر کردہ حیات شرف کے خاکے جمع کیے — ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

۸۱-شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی غیر مطبوعہ عربی کتاب
"تحصيل التعرف في معرفة الفقه و التصوف" کے ترجمہ
"تعارف فقہ و تصوف" کی المتاز پبلی کیشنز، لاہور سے اشاعت — ۱۹۹۹ء

۸۲-جماعت اہل سنت، پاکستان میں بحیثیت ناظم
شعبہ تعلیم وتربیت تقرر — ۱۹۹۹ء

۸۳-علامہ شیخ محمد صالح فرفور، دمشق کی کتاب "من رشحات
الخلود" کا اردو ترجمہ "سدابہار خوشبوئیں" کیا — ۱۹۹۹ء

۸۴-دلائل الخیرات شریف کی شرح مطالع المسرات
از علامہ مہدی فاسی کے اردو ترجمہ کی اشاعت — ۲۰۰۰ء

۸۵-مختلف سوانحی مقالات کے مجموعہ
"عظمتوں کے پاسبان" کی لاہور سے اشاعت — ۲۰۰۰ء

۸۶-مقبول ترین عربی کتاب "من عقائد اهل السنة"
کا اردو ترجمہ "عقائد و نظریات" کی لاہور سے طباعت — ۲۰۰۰ء

باب نمبر1

قرآنیات

نمبر شمار	عنوان	سن اشاعت
۱-	اصول ترجمہ قرآن کریم	۱۹۹۱ء
۲-	قرآنی تراجم کا تقابلی جائزہ	۱۹۸۶ء
۳-	ترجمان قرآن امام احمد رضا بریلوی	۱۹۸۸ء

اصول ترجمۂ قرآن کریم

اَلحمدُ للہِ وکفٰی وَ الصّلوۃُ والسّلَامُ علی عِبَادِہِ الّذین اصطفٰی خصُوصاً علی افضل الخلق وَسَیّدُ الرُّسل مُحَمَّدٍ النبی الاُمیِّ اَلّذی اولی القرآن والسبع المثانی وعلی آلہٖ واَصحابہ اجمعینO

اصل موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم، تفسیر اور ترجمہ کے معانی اور تعریفات ذکر کر دی جائیں تاکہ اصل مطلب کے سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی رہے۔

قرآن کریم

عربی لغت میں قرآن، قراءت کا ہم معنی مصدر ہے، جس کا معنی پڑھنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ عَلَینا جَمعَہٗ وقُراٰنَہٗ فَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِع قُراٰنَہٗ

(۱۷-۱۸/۷۶)

"بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے، تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت پڑھے ہوئے کی اتباع کرو" (کنزالایمان)

پھر معنی مصدری سے نقل کر کے اللہ تعالیٰ کے نبی اکرم ﷺ پر نازل کیے ہوئے معجز کلام کا نام قرآن رکھا گیا، یہ مصدر کا استعمال ہے مفعول کے معنی میں جیسے خلق بمعنی مخلوق عام طور پر آتا ہے۔[1]

تفسیر

عربی زبان میں تفسیر کا معنی ہے "واضح کرنا اور بیان کرنا" اسی معنی میں کلمہ تفسیر سورۂ فرقان کی اس آیت میں آیا ہے:

۱۔ محمد عبدالعظیم زرقانی، علامہ: مناہل العرفان (داراحیاء الکتب العربیہ، مصر) ج ۱ ص ۷

وَلَا یَاْتُوْنَکَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰکَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا

(الفرقان ۲۵/۳۳)

"اور کوئی کہاوت تمہارے پاس نہ لائیں گے مگر ہم اس سے بہتر بیان لے آئیں گے"

اصطلاحی طور پر تفسیر وہ علم ہے جس میں انسانی طاقت کے مطابق قرآن پاک سے متعلق بحث کی جاتی ہے کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی مراد پر دلالت کرتا ہے۔

جب یہ کہا گیا کہ تفسیر میں قرآن کریم سے بحث ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مراد پر دلالت کرنے کے اعتبار سے تو اس قید سے درج ذیل علوم خارج ہو گئے انہیں تفسیر نہیں کہا جائے گا۔

علم قراءت

اس علم میں قرآن کریم کے احوال ہی سے بحث ہوتی ہے لیکن قرآن پاک کے کلمات کے ضبط اور ان کی ادائی کی کیفیت پیش نظر ہوتی ہے۔

علم رسم عثمانی

اس علم میں قرآن کریم کے کلمات کی کتابت سے بحث کی جاتی ہے۔

علم کلام

اس علم میں بحث کی جاتی ہے کہ قرآن پاک مخلوق ہے یا نہیں۔

علم فقہ

اس علم میں بحث کی جاتی ہے کہ حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں قرآن پاک کا پڑھنا حرام ہے [2]

۲۔ محمد عبد العظیم زرقانی، علامہ: مناہل العرفان ج ۱، ص ۴۷۰-۷۱

علم صرف

اس علم میں کلمات کی ساخت سے بحث ہوتی ہے

علم نحو

اس میں کلمات کے معرب (اعراب لگانا) و مبنی ہونے اور ترکیب کلمات سے بحث ہوتی ہے۔

علم معانی

اس میں کلام فصیح کے موقع محل کے مطابق ہونے سے بحث کی جاتی ہے۔

علم بیان

اس میں ایک مطلب کو مختلف طریقوں سے بیان کرنے کی بحث ہوتی ہے۔

علم بدیع

اس میں وہ امور زیر بحث آتے ہیں جن کا تعلق الفاظ کے حسن و خوبی سے ہوتا ہے

غرض یہ کہ صرف علم تفسیر ہی وہ علم ہے جس میں طاقت انسانی کے مطابق قرآن پاک کے ان معانی اور مطالب کو بیان کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہیں۔

طاقت انسانی کی قید کا مطلب یہ ہے کہ متشابہات کے مطالب اور اللہ تعالیٰ کی واقعی مراد کا معلوم نہ ہونا علم تفسیر کے خلاف نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی مراد اسی حد تک بیان کی جائے گی جہاں تک انسانی طاقت اور علم ساتھ دے گا۔

وہ علوم جن کی مفسّر کو حاجت ہے

علماء اسلام نے مفسر کے لئے درج ذیل علوم میں مہارت لازمی قرار دی ہے:

(۱) لغت (۲) صرف (۳) نحو (۴) بلاغت

(۵)اصول فقہ　(۶)علم التوحید　(۷)قصص　(۸)ناسخ و منسوخ

(۹)علم وہبی　(۱۰)اسباب نزول کی معرفت

(۱۱)قرآن کریم کے مجمل اور مبہم کو بیان کرنے والی احادیث

وہبی علم، عالم باعمل کو عطا کیا جاتا ہے، جس شخص کے دل میں بدعت، تکبر، دنیا کی محبت یا گناہوں کی طرف میلان ہو اسے علم وہبی سے نہیں نوازا جاتا۔

ارشاد ربانی ہے:

سَاَصْرِفُ عَنْ آيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ

(نوح ۷/۱۴۶)

"اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق بڑائی چاہتے ہیں۔"

(کنز الایمان)

امام شافعی فرماتے ہیں:

شَكَوْتُ اِلٰى وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ
فَاَرْشَدَنِيْ اِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِيْ
وَاَخْبَرَنِيْ بِاَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ
وَنُوْرُ اللّٰهِ لَا يُهْدٰى لِعَاصِيْ

○ میں نے امام وکیع کے پاس حافظے کی خرابی کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں کے ترک کرنے کی ہدایت فرمائی۔

○ اور مجھے بتایا کہ علم نور ہے اور اللہ تعالیٰ کا نور گناہگار کو عطا نہیں کیا جاتا۔

یہ علوم اور ان کے علاوہ دیگر شرائط تفسیر کے اعلیٰ مراتب کے لیے ضروری ہیں۔ عمومی طور پر اتنا علم کافی ہے جس سے قرآن پاک کے مطالب اجمالی طور پر سمجھے جا سکیں اور انسان اپنے مولائے کریم کی عظمت اور اس کے پیغام سے آگاہ ہو سکے۔

تفسیر کے اعلیٰ مراتب کے لئے چند امور نہایت ضروری ہیں:

1 قرآن کریم میں واقع کلمات مفردہ کی تحقیق، لغت عربی کے استعمالات کے مطابق کی جائے، کسی بھی محقق کو چاہیے کہ کلماتِ قرآن کی تفسیر ان معانی سے کرے جن میں وہ کلمات نزول قرآن کے زمانے میں استعمال ہوتے تھے۔ بہترین طریقہ یہ ہے کہ دیکھا جائے

کہ یہ لفظ قرآن پاک کے مختلف مقامات میں کن معانی میں استعمال ہوا ہے، پھر سیاق و سباق اور موقع محل کے مطابق اس کا معنی بیان کیا جائے، قرآن پاک کی بہترین تفسیر وہ ہے جو خود قرآن پاک سے کی جائے۔

2 بلغاء کے کلام کا وسیع اور گہرا مطالعہ کر کے ان کے کلام کے بلند پایہ اسالیب، نکات اور محاسن کی معرفت حاصل کی جائے اور متکلم کی مراد تک رسائی حاصل کی جائے، اس طریقے سے ہم اللہ تعالیٰ کی مراد مکمل طور پر سمجھنے کا دعویٰ تو نہیں کر سکتے، تاہم کلام الٰہی کے مطالب تک اس قدر رسائی حاصل کی جا سکتی ہے جس سے ہم ہدایت حاصل کر سکیں۔ اس سلسلے میں علم نحو، معانی اور بیان کی حاجت ہے، لیکن صرف ان علوم کے پڑھ لینے سے کام نہیں چلے گا بلکہ ان علوم کی روشنی میں بلغاء کے کلام، قرآن کریم اور حدیث شریف کا وسیع مطالعہ بہت ضروری ہے۔

3 اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں مخلوق کے بہت سے احوال اور انکی طبیعتوں کا بیان کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ان کے بارے میں کیا رہا؟، سابقہ امتوں کے بہترین واقعات اور ان کی سیرتیں بیان کیں، اس لئے قرآن پاک کا مطالعہ کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ سابقہ قوموں کے ادوار اور اطوار سے واقف ہو اور اسے معلوم ہو کہ طاقتور کون تھا اور کمزور کون؟ اس طرح عزت کس کو ملی اور ذلت کسے نصیب ہوئی؟ علم اور ایمان کس کے حصے میں آیا اور کفر و جہل کس کو ملا؟ نیز عالم کبیر یعنی عناصر (آگ، ہوا، پانی اور مٹی) اور افلاک کے احوال سے باخبر ہو، اس مقصد کے لئے بہت سے فنون درکار ہیں، ان میں سے اہم علم تاریخ اپنے تمام شعبوں سمیت ہے۔

قرآن پاک میں امم سابقہ، سنن الٰہیہ اور اللہ تعالیٰ کی ان آیات کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے جو آسمانوں اور زمین، آفاق اور نفوس میں پائی جاتی ہیں، یہ اس ہستی کا بیان کردہ اجمال ہے جس کا علم ہر شے کو احاطہ کیے ہوئے ہے، اس نے ہمیں غور و فکر اور زمین میں سیر کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ ہم اس کے اجمال کی تفصیل کو سمجھ کر ترقی کے زینے طے کر سکیں، اب اگر ہم کائنات پر ایک سرسری نظر ڈالنا ہی کافی جان لیں تو یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کہ ایک شخص کسی کتاب کی جلد کی رنگینی اور دلکشی کو دیکھ کر خوش ہو جائے اور اس علم و حکمت سے غرض نہ رکھے جو اس کتاب میں ہے۔

4 فرضِ کفایہ ادا کرنے والے مفسر پر لازم ہے کہ وہ یہ حقیقت معلوم کرے کہ قرآن پاک نے تمام انسانوں کو کس طرح ہدایت دی ہے، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں تمام انسان خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی، کس حال میں تھے؟ کیونکہ قرآن پاک کا اعلان ہے کہ سب لوگ گمراہی اور بدبختی میں مبتلا تھے اور نبی اکرم ﷺ ان سب کی ہدایت و سعادت کے لیے مبعوث ہوئے تھے، اگر مفسر اس دور کے انسانوں کے حالات (عقائد و معمولات) سے کما حقہ، آگاہ نہیں ہوگا تو قرآن حمید نے ان کی جن عادتوں کو قبیح قرار دیا ہے انہیں مکمل طور پر کیسے جان سکے گا؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص احوالِ جاہلیت سے جس قدر زیادہ جاہل ہے اس کے بارے میں اتنا ہی زیادہ خوف ہے کہ وہ اسلام کی رسی کو تار تار کردے، مطلب یہ ہے کہ جو شخص اسلام کی آغوش میں پیدا ہوا، پلا بڑھا اور اسے پہلے لوگوں کے حالات معلوم نہیں ہیں تو اسے پتا نہیں چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت و عنایت نے کس طرح انقلاب برپا کیا اور کس طرح انسانوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کے جگمگ راستے پر کھڑا کردیا؟

5 نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا وسیع مطالعہ ہونا چاہیے، نیز صحابہ کرام کی سیرتوں سے بخوبی آگاہ ہونا چاہیے اور پتہ ہونا چاہیے کہ صحابہ کرام علم و عمل کے کس مرتبے پر فائز تھے اور دنیاوی، اخروی معاملات کس طرح انجام دیتے تھے؟ [3]

ترجمہ ------ عربی لغت کی روشنی میں

عربی زبان میں لفظ "ترجمہ" چار معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے:

1 کلام کا اس شخص تک پہنچانا جس تک کلام نہیں پہنچا۔

ایک شاعر نے لفظِ ترجمہ اسی معنی میں استعمال کیا ہے:

إنَّ الثَّمانِينَ .... وَبَلَغْتُهَا
قَدْ أحْوَجَتْ سَمْعِي إلىٰ تُرْجُمَان

"بے شک میں اسی سال کی عمر کو پہنچ چکا ہوں اس عمر نے مجھے ترجمان کا محتاج بنادیا ہے"

۳- محمد عبد العظیم زرقانی، علامہ: مناہل العرفان (ملخصا) ج ۱، ص ۵۲۲-۵۱۹

(یعنی مجھے مخاطب کی بات سنائی نہیں دیتی، اس لئے میں ایسے شخص کا محتاج ہوں جو خاص طور پر مجھے وہ بات سمجھائے)

2 کلام جس زبان میں ہے اسی زبان میں اس کی تفسیر کرنا۔

اسی معنی کے اعتبار سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو "ترجمان القرآن" کہا جاتا ہے۔

3 کسی دوسری زبان میں کلام کی تفسیر کرنا۔

لسان العرب اور قاموس میں ہے کہ ترجمان: کلام کے مفسر کو کہتے ہیں، شارح قاموس نے جوہری کے حوالے سے بیان کیا کہ تَرجَمَہٗ و ترجم عنہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے کلام کا مطلب دوسری زبان میں بیان کرے۔

البتہ تفسیر ابن کثیر اور تفسیر بغوی سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ترجمہ، عربی زبان میں مطلقاً بیان کرنے کو کہتے ہیں خواہ اسی زبان میں ہو جس میں اصل کلام ہے یا دوسری زبان میں۔

4 کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان کی طرف نقل کرنا۔

لسان العرب میں ترجمان پہلے حرف پر پیش یا زبر، وہ شخص ہے جو کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان کی طرف نقل کرے

قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمان کا تلفظ تین طرح کیا جاسکتا ہے۔

- تاء اور جیم دونوں پر پیش (تُرجُمان)
- دونوں پر زبر (تَرجَمان)
- تاء پر زبر اور جیم پر پیش (تَرجُمان)

چونکہ ان چاروں معنوں میں بیان پایا جاتا ہے، اس لئے وسعت دیتے ہوئے ان چار معنوں کے علاوہ ہر اس چیز پر ترجمہ کا اطلاق کردیا جاتا ہے جس میں بیان ہو، مثلاً کہا جاتا ہے

- تَرجَمَ لِهٰذَا البَاب بِكَذَا، مصنف نے اس باب کا یہ عنوان مقرر کیا
- تَرجَمَ لِفُلَان، فلاں شخص کا تذکرہ لکھا
- تَرجَمَةُ هٰذَا البَابِ كَذَا، اس باب کا مقصد اور خلاصہ یہ ہے [4]

یاد رہے کہ تُرجَمَۃٌ رباعی مجرد کے باب فعللۃ سے ہے، اس لئے ترجمہ کرنے

۴- محمد عبد العظیم زرقانی، علامہ: مناہل العرفان (ملخصا) ج ۲، ص ۶-۵

والے کو مُترجِم اور قرآن پاک کو مُترجَم کہا جائے گا مُترجِم اور مُترجَم میں جیم کو مشدد پڑھنا غلط ہے۔

ترجمہ کا عرفی معنی

لغوی اعتبار سے لفظ ترجمہ چار معنوں میں استعمال ہوتا ہے، جن کا ذکر ابھی ابھی کیا گیا ہے۔ عرف عام میں لفظ ترجمہ سے چوتھا معنی مراد لیا جاتا ہے یعنی ایک کلام کا معنی کسی دوسری زبان میں بیان کرنا۔

علامہ محمد عبدالعظیم زرقانی کہتے ہیں کہ ترجمہ کا عرفی معنی یہ ہے کہ کلام ایک زبان میں ہو، اور اس کا مطلب دوسری زبان میں اس طرح بیان کیا جائے کہ اس کلام کے تمام معانی اور مقاصد بھی ادا کر دیے جائیں۔[1] اور ظاہر ہے کہ کسی بھی کلام کا اور خاص طور پر قرآن مجید کا ایسا ترجمہ نہیں کیا جا سکتا جس میں اصل کلام کے تمام معانی اور مقاصد ادا کر دیے جائیں۔ اسی لئے علامہ محمد عبدالعظیم زرقانی قرآن پاک کے ترجمہ کو ناجائز قرار دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تفسیر میں اصل کلام کے تمام معانی کا ادا کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ بعض مقاصد کا ادا کرنا کافی ہے، اس لئے قرآن پاک کی تفسیر تو کی جا سکتی ہے ترجمہ نہیں کیا جا سکتا۔

دنیا بھر کی مختلف زبانوں میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا گیا ہے اور کوئی بھی ترجمہ کرنے والا یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں نے قرآن مجید کے تمام معانی اور مقاصد کو اپنی زبان میں منتقل کر دیا ہے، اور یہ ہو بھی نہیں سکتا، تو اس بحث کی حاجت ہی نہیں رہتی کہ ایسا ترجمہ جائز ہے یا نہیں؟، اس سے پہلے لسان العرب اور شرح قاموس کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ ترجمہ کا مطلب ایک کلام کے معنی کو دوسری زبان میں بیان کرنا ہے، یہ قید علامہ زرقانی نے اپنی طرف سے لگائی ہے کہ اصل کلام کے تمام معانی اور مقاصد بھی ادا کیے جائیں، ظاہر ہے کہ اس قید کے اضافے میں ان سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا، جو شخص بھی قرآن مجید کا ترجمہ کرے گا وہ بعض معانی اور مقاصد ہی کو بیان کرے گا، اگر ایسے ترجمہ کو تفسیری ترجمہ کہا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

---

[1] محمد عبدالعظیم زرقانی، علامہ : مناہل العرفان، ج ۲، ص ۷

اقسام ترجمہ

عرفی معنی کے لحاظ سے ترجمہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) لفظی (۲) تفسیری

لفظی ترجمہ میں اصل کلام کے کلمات کی ترتیب کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اور ایک ایک کلمہ کی جگہ اس کا ہم معنی لفظ رکھ دیا جاتا ہے، جیسے کہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اور "تفسیر نعیمی" میں مفتی احمد یار خاں نعیمی اور "تفسیر الحسنات" میں علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری نے کیا ہے، اس ترجمہ کو حرفی ترجمہ بھی کہا جاتا ہے۔

تفسیری ترجمہ میں تحت اللفظ ایک ایک کلمہ کا ترجمہ نہیں کیا جاتا بلکہ مطالب و معانی کو بہتر اور مؤثر انداز میں پیش کیا جاتا ہے، اسے معنوی ترجمہ اور تفسیری ترجمہ کہا جاتا ہے، یہ ترجمہ تفسیر تو نہیں ہے جیسے کہ آئندہ سطور میں بیان کیا جائے گا، لیکن مقاصد کو بہتر انداز میں پیش کرنے کے اعتبار سے تفسیر کے مشابہ ضرور ہے۔

ترجمہ اور تفسیر میں فرق

ترجمہ لفظی ہو یا تفسیری، وہ تفسیر سے الگ چیز ہے، ترجمہ اور تفسیر میں متعدد وجوہ سے فرق ہے۔

۱ ترجمہ کے کلمات مستقل حیثیت رکھتے ہیں، یہاں تک کہ ان کلمات کو اصل کی جگہ رکھا جا سکتا ہے، جب کہ تفسیر ہمیشہ اپنے اصل سے متعلق ہوتی ہے، مثلاً ایک مفرد یا مرکب لایا جاتا ہے پھر اس کی شرح کی جاتی ہے اور شرح کا تعلق اصل کے ساتھ ایسے ہوتا ہے جیسے خبر کا مبتدا کے ساتھ، پھر دوسری جز کی اسی طرح شرح کی جاتی ہے، ابتدا سے انتہا تک یہی سلسلہ جاری رہتا ہے، تفسیر اپنے اصل سے اس طرح متعلق ہوتی ہے کہ اگر تفسیر کو اصل سے جدا کر دیا جائے تو وہ بے معنی ہو کر رہ جائے گی، اسے اصل کی جگہ نہیں رکھا جا سکتا۔

۲ ترجمہ میں اضافہ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ترجمہ تو ہو بہو اصل کی نقل ہے، اس لئے دیانت داری کا تقاضا ہے کہ نقل کسی کمی بیشی کے بغیر اصل کے مطابق ہو، برخلاف تفسیر کے کہ اس میں اصل کی وضاحت ہوتی ہے، مثلاً بعض اوقات مفسر کو الفاظ لغویہ کی شرح کی

ضرورت پیش آئے گی، خصوصاً اس وقت جب کہ ان کے وضعی معانی مراد نہ ہوں، اسی طرح کہیں دلائل پیش کیے جائیں گے اور کہیں حکمت بیان کی جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر تفسیروں میں لغوی، اعتقادی، فقہی اور اصولی مباحث بیان کی جاتی ہیں، کائناتی اور اجتماعی مسائل زیر بحث لائے جاتے ہیں، اسباب نزول اور ناسخ و منسوخ کا ذکر کیا جاتا ہے جبکہ ترجمہ میں ان مباحث و مسائل کی گنجائش نہیں ہوتی۔

۳ عرفی ترجمہ میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اصل کلام کے تمام معانی اور مقاصد بیان کر دئے گئے ہیں (یہ علامہ محمد عبدالعظیم زرقانی کی ذاتی رائے ہے)، لیکن تفسیر میں صرف وضاحت مقصود ہوتی ہے،

-- خواہ اجمالاً ہو یا تفصیلاً،

-- تمام معانی اور مقاصد پر مشتمل ہو یا بعض پر،

اس کا دارومدار ان حالات پر ہے جن میں مفسر گزر رہا ہے اور ان لوگوں کی ذہنی سطح پر ہے جن کے لئے تفسیر لکھی گئی ہے۔

۴ عرف عام کے مطابق ترجمہ میں اس اطمینان کا دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مترجم کے نقل کردہ تمام معانی اور مقاصد، اصل کلام کے مدلول ہیں اور قائل کی مراد ہیں۔ تفسیر میں یہ دعویٰ نہیں کیا جاتا، بعض اوقات مفسر دلائل کے پیش نظر اطمینان اور وثوق کا دعویٰ کرتا ہے، اور جب اسے قوی دلائل میسر نہیں ہوتے تو وہ اطمینان کا دعویٰ نہیں کرتا، کبھی وہ بعض احتمالات کا ذکر کرتا ہے، کبھی چند احتمالات ذکر کر دیتا ہے جن میں سے بعض کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، بعض اوقات وہ تصریح یا ترجیح سے گریز کرتا ہے اور کبھی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ کسی کلمے یا جملے کے بارے میں کہہ دیتا ہے کہ اس کا قائل ہی بہتر جانتا ہے کہ اس سے مراد کیا ہے؟ جیسے کہ بہت سے مفسرین حروف مقطعات اور قرآنی متشابہات کے بارے میں کہہ دیتے ہیں [۲]

اس جگہ اس موقف کا اعادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے والے علما کا یہ موقف ہرگز نہیں ہوتا کہ ہم قرآن پاک کے تمام معانی اور مطالب کو دوسری زبان میں منتقل کر رہے ہیں، کیونکہ ایسا ترجمہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے اور

۲- محمد عبدالعظیم زرقانی، علامہ: مناہل العرفان ۱۰-۱۲/۲

انسانی طاقت سے باہر ہے۔

وہ چند امور جن کے بغیر ترجمہ نہیں کیا جا سکتا

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مفسر کے لئے کن علوم میں دسترس ضروری ہے؟ قرآن حمید کے ترجمہ کے لئے بھی ان علوم میں مہارت لازمی ہے، ان کے علاوہ مترجم کے لئے جو امور ضروری ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱ مترجم کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس زبان میں ترجمہ کر رہا ہے اس زبان اور عربی لغت کے معانی وضعیہ سے آگاہ ہو، اسے معلوم ہو کہ کونسا لفظ کس معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے؟

۲ اسے دونوں زبانوں کے اسالیب اور خصوصیات کا بھی پتا ہو۔

۳ کسی آیت کے متعدد مطالب ہوں تو ان میں سے راجح مطلب کو اختیار کرے۔

۴ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کو پیش نظر رکھے اور ترجمہ میں کوئی ایسا لفظ نہ لائے جو بارگاہِ الٰہی کے شایانِ شان نہ ہو، مثلاً اس آیت کا ترجمہ کیا جاتا ہے:

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ

(النساء/۱۴۲)

"البتہ منافق دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا"

اللہ تعالیٰ کی طرف دغا کی نسبت کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے، اس لئے اس آیت کا ترجمہ یہ ہے:

"بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا" (کنزالایمان)

منافقین اللہ تعالیٰ کو دغا نہیں دے سکتے کیونکہ وہ تو عالم الغیب والشهادة ہے، وہ ہر ظاہر اور مخفی امر کو جانتا ہے، اسے کون دھوکہ دے سکتا ہے؟ ہاں منافقین دھوکہ دینے کی اپنی سی کوشش کرتے ہیں، اگرچہ انہیں اس میں کامیابی نہیں ہو سکتی، وَهُوَ خَادِعُهُمْ کا کتنا عمدہ اور صحیح ترجمہ ہے؟ کہ:

"وہی انہیں غافل کر کے مارے گا"

یہ معنی نہیں کہ "وہی ان کو دغا دے گا"۔

۵ مقامِ انبیاء علیہم السلام کی عظمت اور تقدس کو ملحوظ رکھا جائے، ارشادِ ربانی ہے:

— حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا (یوسف ۱۲/۱۱۰)

اس آیت کا ترجمہ بعض لوگوں نے یہ کیا:

"یہاں تک کہ جب ناامید ہوگئے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا"

اس ترجمہ میں دو باتیں قابلِ غور ہیں:

۱ رسولانِ گرامی کی طرف مایوسی کی نسبت کی گئی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ (یوسف ۱۲/۸۷)

"بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ"۔

۲ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی نسبت کہا گیا:

"اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا"

معاذ اللہ! انبیاء کرام معصوم ہیں ان کے گوشۂ خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کہا گیا تھا وہ جھوٹ تھا۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا وَظَنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا (الآیۃ)

"کیا رسولوں نے یہ گمان کیا کہ انہیں جھوٹ کہا گیا تھا"؟

انہوں نے فرمایا:

مَعَاذَ اللّٰہِ لَمْ تَکُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِکَ بِرَبِّھَا ، وَظَنَّتِ الرُّسُلُ اَنَّ اَتْبَاعَھُمْ قَدْ کَذَّبُوْھُمْ [ے]

"اللہ کی پناہ! رسولانِ گرامی اپنے رب کے بارے میں یہ گمان نہیں کرسکتے تھے، رسولوں نے گمان کیا کہ اُن کے پیروکاروں نے انہیں جھٹلا دیا ہے"۔

حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قراءت قَدْ کُذِّبُوْا ہے ذال مشدد مکسور کے ساتھ۔ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ رسولوں نے گمان کیا کہ انہیں ان کی قوم کی طرف سے جھٹلا دیا گیا ہے، دوسری قراءت میں قَدْ کُذِبُوْا ہے اب اگر ظَنُّوْا کی ضمیر

ے۔ محمد بن اسماعیل بخاری، امام: بخاری شریف (مطبع رشیدیہ، ہند) ج ۲/ص ۶۸۰

رسولوں کی طرف راجع کریں تو معنی یہ ہوگا کہ رسولوں نے گمان کیا کہ انہیں جھوٹ کہا گیا، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ رسولوں کے خیال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جو کچھ کہا گیا تھا وہ جھوٹ تھا، اسی مطلب کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

"معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کے رسول اپنے رب کی نسبت یہ گمان نہیں کرسکتے"

ام المؤمنین کا انکار اسی صورت سے متعلق ہے جب کہ ظَنُّوْا کی ضمیر رسولوں کی طرف راجع کی جائے، ورنہ امام حفص کی قراءت میں قَدْ کُذِبُوْا ذال کی تخفیف کے ساتھ ہے، اس قراءت کے مطابق ظَنُّوْا کی ضمیر رسولوں کی طرف نہیں بلکہ ان کی قوم کے افراد کی طرف راجع ہے، اب ترجمہ یہ ہوگا کہ لوگوں نے گمان کیا کہ انہیں (رسولوں کی طرف سے) جھوٹ کہا گیا تھا۔ اور اس ترجمہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اہلِ علم اسے پڑھ کر داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے، ملاحظہ ہو۔

"یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا" (کنز الایمان)

یعنی رسولوں کی مایوسی ظاہری اسباب سے تھی نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے، اور لوگوں نے گمان کیا کہ انہیں عذاب وغیرہ کے بارے میں جھوٹ کہا گیا تھا، انبیاء کرام کا دامنِ عصمت اس خیال سے ہرگز داغدار نہ تھا۔

۶ اسلام کے قطعی اور یقینی عقائد کو ملحوظ رکھا جائے اور انہیں ذرا سی ٹھیس بھی نہ لگنے دی جائے۔ ارشادِ ربانی ہے:

فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ (الانبیاء ۲۱/۸۷)

اس کا ترجمہ یہ کیا گیا:

"پھر سمجھا نہ پکڑ سکیں گے اس کو"

اس آیت میں سیدنا یونس علیہ السلام کا ذکر ہے، ترجمہ میں ان کی طرف اس امر کی نسبت کی گئی ہے کہ انہوں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں نہ پکڑ سکے گا، اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے جس کی نسبت حضرت یونس علیہ السلام کی طرف کرنا کسی طرح بھی جائز

نہیں ہے، مغالطہ اس لئے پیدا ہوا کہ قَدَرَ یَقدِرُ کا استعمال دو معنوں میں ہوتا ہے۔

- قادر ہونا
- تنگی کرنا

مترجم نے سمجھا کہ اس جگہ پہلا معنی مراد ہے جو قطعاً غلط ہے اس موقع اور عصمت انبیاء کے مطابق صرف دوسرا معنی ہے۔

علامہ محمد بن مکرم افریقی فرماتے ہیں:

جس شخص نے اس آیت میں قدر کو قدرت سے ماخوذ مان کر کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یوں گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہ پکڑ سکے گا، تو یہ ناجائز ہے اور اس معنی کا گمان کرنا کفر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ظن کرنا شک ہے اور اس کی قدرت میں شک کرنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو اس قسم کے گمان سے محفوظ اور معصوم رکھا ہے، ایسی تاویل وہی کرے گا جو عرب کے کلام اور ان کی لغات سے جاہل ہوگا۔[8]

اس تفصیل کے بعد امام احمد رضا بریلوی کا ترجمہ دیکھئے ایمان تازہ ہو جائے گا:

"تو گمان کیا (یونس علیہ السلام نے) کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔"

ایک دوسری آیت کریمہ دیکھئے!

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا

(ابراہیم ۱۴/۱۳)

اس کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے:

"ان کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے یا یہ کہ تم ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ"۔

"لوٹ آؤ" کا واضح مطلب یہ ہے کہ حضرات رسولان گرامی علیہم السلام معاذ اللہ! پہلے کافروں کے مذہب میں شامل تھے، حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام کبھی بھی کافروں کے مذہب میں شامل نہیں ہوتے۔ اس جگہ مغالطے کی وجہ یہ ہے کہ عَادَ یَعُودُ کا استعمال دو طرح ہوتا ہے:

۸۔ محمد بن مکرم افریقی، علامہ امام: لسان العرب (دار صادر، بیروت) ج ۵، ص ۷۷

☆ فعل تام، اس وقت اس کا معنی لوٹنا ہوگا۔

☆ فعل ناقص، اس وقت یہ صارَ کے معنی میں ہوگا اور ہو جانے کے معنی پر دلالت کرے گا

ترجمہ کرنے والے کے سامنے نحو کے مسائل و قواعد مستحضر ہوں تو وہ غور کرے گا کہ اس جگہ پہلا معنی مناسب ہے یا دوسرا؟! ظاہر ہے کہ مذکورہ ترجمہ میں پہلا معنی مراد لینے کی بنا پر غلطی ہوئی ہے، جب کہ اس جگہ دوسرا معنی مراد اور موزوں ہے، اسی لئے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

"اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم ضرور تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین پر آجاؤ" (کنز الایمان)

۷ قرآن پاک عربی زبان کا وہ شاہکار ہے جو مرتبہ اعجاز پر فائز ہے، کسی بھی مترجم کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اس کا ترجمہ معجزانہ کلام سے کرے، تاہم علم معانی اور بیان کے مسائل و مباحث سے باخبر ایسا ترجمہ تو کر ہی سکتا ہے، جس سے اعجاز قرآنی کی جھلک دکھائی دے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ (البقرہ ۲/۲)

عام طور پر اس آیت کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا جاتا ہے کہ:

"یہ کتاب اس میں کوئی شک نہیں ہے"

اس ترجمے پر دو سوال وارد ہوتے ہیں:

☆ ذٰلِكَ کی وضع بعید کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہے، اس لئے ترجمہ کرتے ہوئے "وہ کتاب" کہنا چاہیے تھا نہ کہ "یہ کتاب"

☆ "اس میں کوئی شک نہیں" واقع کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن کریم میں بہت سے لوگوں نے شک کیا اور آج بھی ایسے لوگوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ دیکھئے جو اعجاز قرآن کو واضح طور پر آشکارا کرتا ہے:

"وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں" (کنز الایمان)

اس ترجمے پر پہلا سوال تو ظاہر ہے کہ وارد ہی نہیں ہوتا، دوسرے سوال کا جواب

بھی دے دیا کہ اگرچہ قرآن پاک کے بارے میں بہت سے لوگوں نے شک کیا ہے لیکن وہ کوئی شک کی جگہ نہیں ہے، کوئی بھی منصف عاقل، عربی زبان کے اسلوب اور نزاکتوں سے واقف اس کا مطالعہ کرے تو اسے ماننا پڑے گا کہ یہ ربانی کلام ہے کسی انسان کے فکر کا نتیجہ نہیں ہے-

٨ جس زبان میں ترجمہ کیا جائے اس کے اسلوب اور مزاج کو پیش نظر رکھا جائے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا

(التحریم ۶۶/۱۲)

اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے

"اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو"

یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ اس ترجمہ میں اردو زبان کی شائستگی اور مزاج کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، اس کی بجائے یہ ترجمہ کتنا دلکش ہے-

"اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی"

٩ قرآن پاک میں بیان کردہ کسی بھی واقعے کی واقعی تفصیلات سے آگاہی ضروری ہے ورنہ ترجمہ کرتے وقت کہیں بھی غلطی واقع ہو سکتی ہے- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَن ذِكْرِ رَبِّي حَتَّىٰ تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ
رُدُّوهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ (ص ٣٨/٣٣)

عام طور پر مترجمین نے تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ کا ترجمہ یہ کیا ہے:

"سورج چھپ گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نماز عصر قضا ہو گئی، انہوں نے گھوڑوں کو طلب کیا اور ان کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹ دیں-"

اس ترجمے پر دو سوال وارد ہوتے ہیں:

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کو ملاحظہ فرما رہے تھے کہ نماز قضا ہو گئی، اس میں گھوڑوں کا کیا قصور تھا؟ کہ انہیں ہلاک کر دیا گیا-

☆ گھوڑوں کی گردنیں اور ٹانگیں کاٹ کر مال کے ضائع کرنے کا کیا جواز تھا؟ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ تمام گھوڑے خیرات کر دیتے-

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

عَنْ ذِكْرِ رَبِّي مِنْ ذِكْرِ طَفِقَ مَسْحًا يَمْسَحُ أَعْرَافَ الْخَيْلِ وَعَرَاقِيبَهَا [٩]

یعنی عَنْ بمعنی مِنْ ہے، اور طَفِقَ مَسْحًا کا معنی یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کی ایال (گردن کے بالوں) اور ان کے ٹخنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے-

اس اقتباس سے واضح ہو گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کو ہلاک نہیں کیا تھا، جب یہ حقیقت ہی نظروں سے اوجھل ہو تو ترجمہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ آیئے صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"تو سلیمان نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لئے پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہ سے پردے میں چھپ گئے- پھر حکم دیا انہیں میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا" (کنزالایمان)

غرض یہ کہ قرآن پاک ایسی عظیم الشان اور لافانی کتاب کا ترجمہ کرنا ہر کس و ناکس اور ہر عالم کا کام نہیں ہے، مترجم کے لئے جو امور ضروری ہیں ان کا مختصر تذکرہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن پاک کے پڑھنے، اسے سمجھنے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے- آمین بحرمة سيد المرسلين ﷺ والحمد لله رب العالمين-

---

٩- محمد بن اسماعیل بخاری، امام: صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۰۷

نوٹ: یہ مقالہ ۹ ربیع الآخر، ۲۶ جنوری ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۱ء کو اتفاق اسلامک سنٹر ماڈل ٹاؤن، لاہور میں پڑھا گیا-

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

ترجمانِ قرآن امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۱۲۷۲ھ ــــــــــ ۱۸۵۶ء

۱۳۴۰ھ ــــــــــ ۱۹۲۱ء

سرزمین پاک و ہند پر تقریباً ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی، پھر انگریز تاجر بن کر آئے اور سازشوں کے ذریعے حکمران بن بیٹھے- وہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر تھے کہ مسلمانوں کی بقا اور ترقی کا راز ایمان اور اتحاد میں مضمر ہے، یہی وجہ تھی کہ انھوں نے اپنی تمام تر توانائیاں اسی بنیاد کو کمزور اور ختم کرنے میں صرف کر دیں، دینی مدارس کو بے اثر بنانے کے لیے سکول اور کالج کھولے اور وہاں تعلیم پانے والے بچوں کے ذہنوں کو الحاد اور بے دینی کے زہر سے مسموم کیا، اتحاد ملت کو ختم کرنے کے لیے نئے نئے پیدا ہونے والے فرقوں کی حوصلہ افزائی کی گئی- چنانچہ اسی دور میں اس قسم کے مباحث چھیلے کہ :

☆ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں ؟

☆ نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آجائے تو آپ کے خاتم النبین ہونے میں فرق آئے گا یا نہیں ؟

جب کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے تو نبی ہونے کا دعویٰ ہی کر دیا-

☆ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اور دیگر محبوبانِ خدا کی شان میں توہین و تنقیص کی زبان دراز کی گئی

نتیجہ یہ ہوا کہ ملتِ مسلمہ کئی فرقوں میں بٹ گئی اور متحدہ پاک و ہند میں اتنے فرقے پیدا ہوئے کہ دوسرے کسی بھی اسلامی ملک میں اتنے فرقے نہیں ملیں گے-

یہ وہ ماحول تھا جب سرزمین بریلی میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ پیدا ہوئے اور تقریباً چودہ سال کی عمر میں مروّجہ علوم دینیہ حاصل کر کے دینِ اسلام کی خدمت و حفاظت کی مسند پر فائز ہو گئے- انھوں نے ایک ہزار کے لگ بھگ چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کے خلاف لب کشائی کرنے والوں پر بھرپور تنقید کی- رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام، اہلِ بیت عظام، ائمہ دین مجتہدین اور اولیاء کاملین کی شان میں

گستاخی کرنے والوں کا شدید محاسبہ کیا- قادیان میں انگریز کے کاشتہ پودے کا شدید رد کیا- اس دور میں پائی جانے والی بدعتوں کے خلاف جہاد کیا- اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کے تاروپود بکھیر دیئے- سلف صالحین کے طریقے اور مذہب حنفی کی دلائل قاہرہ سے حمایت اور حفاظت کی- غرض یہ کہ انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر ہر محاذ پر جہاد کیا اور تمام عمر جہاد کرتے رہے-

اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو پچاس سے زائد علوم و فنون میں حیرت انگیز مہارت عطا فرمائی تھی- مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین، ریاضی کا ایک لاینحل مسئلہ لے کر حاضر ہوئے جسے آپ نے اسی وقت حل کر دیا تو وہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ :

"یہ ہستی صحیح معنوں میں نوبل پرائز کی مستحق ہے"

فقہ میں تو انھیں وہ تبحر حاصل تھا کہ ان کے معاصرین میں کوئی بھی ان کا ہم پلہ نظر نہیں آتا- حکیم عبدالحیٔ ندوی، "نزہۃ الخواطر" میں لکھتے ہیں کہ :

"فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر انھیں وہ عبور حاصل تھا جو شاید ہی کسی دوسرے کو حاصل ہو"-

اس حقیقت پر "فتاویٰ رضویہ" شاہد ہے- علامہ اقبال نے واشگاف لفظوں میں ان کی فقاہت کو خراج تحسین پیش کیا- ممبئی ہائی کورٹ کے پارسی جج پروفیسر ڈی ایف ملا نے "فتاویٰ رضویہ" کو فقہ کا عظیم شاہکار قرار دیا- علماء عرب و عجم نے ان کی جلالتِ علمی کے قصیدے پڑھے اور انھیں چودھویں صدی کا مجدد قرار دیا-

تحقیقات علمیہ میں امام احمد رضا بریلوی کا بلند ترین مقام تو اہل علم کے نزدیک مسلّم ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ شعر و ادب میں قادر الکلام اساتذہ کی صف میں شامل تھے- جامعہ ازہر، مصر کے ڈاکٹر محی الدین الوائی نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ علمی موشگافیاں کرنے والا محقق، نازک خیال ادیب اور شاعر بھی ہو سکتا ہے- البتہ انھوں نے اصناف سخن میں سے حمد باری تعالیٰ، نعت اور منقبت کو منتخب کیا اور قصیدۂ معراجیہ اور مقبولیت عامہ حاصل کرنے والے سلام

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ایسے ادب پارے پیش کیے- فلسفۂ جدیدہ (سائنس) اور فلسفۂ قدیمہ کے غیر اسلامی نظریات پر ''الکلمۃ الملھمۃ'' اور ''فوزِ مبین'' میں سخت تنقید کی- ان کا نظریہ یہ تھا کہ سائنس کو اسلامی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ سائنس کو اسلام کے تابع کیا جائے نہ کہ اسلام کو سائنس کے سانچے میں ڈھال دیا جائے-

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی جملہ تصانیف کی بنیاد، اسلام اور داعیٔ اسلام سید الانام ﷺ سے گہری وابستگی پر ہے- اسلامیانِ پاک و ہند کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی محبت و عقیدت، تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ بسانے میں انھوں نے نہایت اہم کردار ادا کیا- 1919ء اور 1920ء میں تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات شروع ہوئی-

☆☆ پہلی تحریک کا مقصد سلطنتِ عثمانیہ، ترکی کی حفاظت اور امداد تھا-

☆☆ جب کہ دوسری تحریک کا مقصد ہندوستان کی آزادی کے لیے بائیکاٹ کے ذریعے حکومتِ برطانیہ پر دباؤ ڈالنا بتایا گیا-

مسٹر گاندھی کمال عیاری سے دونوں تحریکوں کا قائد اور امام بن گیا- حالات اس نہج پر پہنچ گئے کہ قریب تھا کہ مسلمان اپنا ملی تشخص کھو کر ہندو مت میں مدغم ہو جاتے- اس ماحول میں امام احمد رضا نے المحجۃ المؤتمنۃ اور انفس الفکر ایسے رسائل لکھ کر دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنا دیا اور دلائل سے ثابت کیا کہ ہندو نہ تو مسلمانوں کا خیر خواہ ہے اور نہ ہی وہ مسلمانوں کا امام بن سکتا ہے- نیز یہ کہ مسلمان الگ قوم ہیں اور ہندو الگ قوم- ان کی دور بین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ مسلمان انگریز کے چنگل سے رہا ہو کر ہندوؤں کے محکوم اور غلام بن کر رہ جائیں گے- اس لیے مسلمانوں کو وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ دونوں سے گلو خلاصی ہو جائے- یہی وہ دو قومی نظریہ ہے جس کی بنا پر پاکستان کا قیام عمل میں آیا- امام احمد رضا کے تلامذہ، خلفاء اور تمام ہم مسلک علماء و مشائخ نے نظریہ پاکستان کی حمایت کی اور 1946ء میں آل انڈیا سنّی کانفرنس، بنارس کے اجلاس میں متفقہ طور پر قیام پاکستان کے حق میں قراردادیں پاس کی گئیں اور اپیل کی گئی کہ اپنے اپنے علاقوں میں مسلم لیگ کے نمائندوں کو کامیاب کروایا جائے- حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ حضرات حمایت نہ کرتے تو

پاکستان قائم نہیں ہو سکتا تھا-

ایک طرف پاک و ہند کے درجنوں ادارے امام احمد رضا کی تصانیف اور ان کی دینی و ملی خدمات پر لکھی جانے والی کتابوں کی اشاعت میں مصروف ہیں دوسری طرف پٹنہ، جبلپور، علی گڑھ، کراچی، سندھ اور پنجاب کی یونیورسٹیوں میں امام احمد رضا کے مختلف پہلوؤں پر تحقیقی کام ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے- ابھی حال ہی میں کراچی یونیورسٹی میں ''امام احمد رضا چیئر'' قائم کی گئی ہے- اسی طرح افریقہ، یورپ، لندن، امریکہ اور شکاگو وغیرہ کی یونیورسٹیوں میں بھی کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے- غرض یہ کہ امام احمد رضا کی عبقری شخصیت کا تعارف بین الاقوامی سطح پر ہو رہا ہے اور وہ دن دور نہیں جب علمی دنیا ان کے صحیح مقام سے روشناس ہو جائے گی-

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

۱۳۳۰ھ-۱۹۱۱ء

امام احمد رضا نے قرآن و حدیث کا بہت ہی وسیع اور عمیق مطالعہ کیا تھا- سورۃ والضحیٰ کی تفسیر لکھنے لگے تو چھ سو صفحات سے تجاوز کر گئی- قرآن پاک کا ترجمہ لکھا جسے بلا مبالغہ ان کا عظیم علمی شاہکار قرار دیا جا سکتا ہے- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی نے بجا فرمایا ہے:

''یہ نہ کسی ترجمے کا ترجمہ ہے اور نہ ترجموں کی ترجمانی ------ یہ تو براہِ راست قرآن سے قرآن کا ترجمہ ہے''

بعض لوگوں نے لغات سامنے رکھ کر قرآن پاک کا ترجمہ لکھ دیا اور یہ نہ دیکھا کہ تقدیسِ الوہیت، شانِ نبوت و رسالت اور عقائدِ اہلِ سنت کا پاس بھی رہتا ہے یا نہیں- مترجم کے لیے صرف لغتِ عربی سے واقف ہونا کافی نہیں ہے- اس کے لیے قرآن و حدیث، ارشاداتِ صحابہ اور اقوالِ سلف کا وسیع اور گہرا مطالعہ ضروری ہے- اسے شانِ نزول اور ناسخ و منسوخ کی معرفت بھی ہونی چاہیے- اس کے علاوہ مترجم کے لیے ضروری ہے کہ اسے

علوم عربیہ صرف، نحو، معانی، بیان اور بدیع وغیرہ علوم پر عبور حاصل ہو اور عقائد اہلِ سنت سے پوری طرح باخبر ہو۔ امام احمد رضا ان تمام امور کے جامع تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے نہایت اہم اور نازک ترین مقامات پر جو احتیاط ملحوظ رکھی ہے وہ انھیں کا حصہ ہے۔ ذیل میں بطور مثال چند آیات کریمہ کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے

١

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمْ

عام طور پر بسم اللہ شریف کا ترجمہ اس طرح کیا جاتا ہے:

"شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں"

کسی بھی اچھے کام کو اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرنے کے لیے بسم اللہ شریف پڑھی جاتی ہے۔ اس ترجمے میں یہ بات ملحوظ نہیں رہی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے پہلے یہ الفاظ آگئے ہیں "شروع کرتا ہوں" اس طرح اللہ تعالےٰ کے نام اقدس سے تو ابتدا نہ ہوئی پھر یہ الفاظ "نہایت رحم والے ہیں" بھی خلاف احتیاط ہیں۔ عقیدہ توحید کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جن میں کثرت اور تعدد کا شائبہ بھی نہ ہو۔ نیز اسم جلالت (اللہ) موصوف ہے اور الرحمٰن الرحیم اس کی دو صفتیں ہیں، مرکب توصیفی حکم پر مشتمل نہیں ہوتا۔ اس کے ترجمے میں "ہے" یا "ہیں" کہنا بے محل ہے۔

امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

"اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، رحمت والا"

اس ترجمے کے مطابق جو کام شروع کیا جائے گا وہ براہ راست اللہ کے مقدس نام سے شروع ہوگا۔ اور اس امر کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ یہ مرکب توصیفی کا ترجمہ ہے، مرکب خبری کا ترجمہ نہیں ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ الرَّحیم بھی مبالغہ کا صیغہ ہے جب کہ اس کے ترجمہ میں صرف "رحمت والا" کہا گیا ہے اور مبالغہ کا معنی ملحوظ نہیں رکھا گیا یہ اعتراض دراصل غور و فکر کی کمی کا نتیجہ ہے۔ "بہت" کا لفظ "مہربان" اور "رحمت والا" دونوں سے متعلق ہے۔ گویا ترجمہ میں ایجاز اور اختصار کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔

٢

ذٰلِكَ الكِتَابُ لَا رَیبَ فِیهِ (٢/٢)

اس آیت میں ایک اشکال تو یہ ہے کہ ذٰلِكَ ایسی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے

استعمال کیا جاتا ہے جو دور ہو۔ قرآن پاک تو ہمارے پاس ہے اس کے لیے اشارہ بعید کا اشارہ کیوں لایا گیا؟ علماء بلاغت نے اس کا جواب دیا کہ بعض چیزیں مکانی اعتبار سے دور ہوتی ہیں اور بعض بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے رتبے کے لحاظ سے دور ہوتی ہیں۔ اس جگہ اشارہ بعید "ذٰلِكَ" بُعدِ رتبی کی بنا پر لایا گیا ہے۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ آیت کریمہ کا معنی بظاہر یہ ہے کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں جب کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَاِن كُنتُم فِی رَیبٍ مِمَّا نَزَّلنَا عَلٰی عَبدِنَا

"اور اگر تمھیں اس کتاب کے بارے میں شک ہے جو ہم نے اپنے عبد خاص پر نازل کی"

اس سے معلوم ہوتا ہے قرآن کریم میں شک کیا گیا۔ یوں بھی ظاہر ہے کہ بہت سے لوگوں نے قرآن پاک کے بارے میں شک کیا۔ لہٰذا مطلقاً شک کی نفی کیسے صحیح ہوگی؟ علماء بلاغت اور مفسرین نے اس اشکال کے تفصیلی جوابات دیے ہیں۔ لیکن امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے اتنا عمدہ ترجمہ کیا ہے کہ یہ سوالات باقی ہی نہیں رہتے۔

"وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں"

غور کیجئے کہ "وہ بلند مرتبہ کتاب" کہہ کر پہلے سوال کا جواب دے دیا اور "کوئی شک کی جگہ نہیں" کہہ کر دوسرے سوال کا جواب دے دیا کہ "فِی" ظرفیت کے لیے آتا ہے لہٰذا اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن میں کسی کو شک نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ قرآن پاک کسی شک و شبہے کی جگہ اور ظرف نہیں ہے کیونکہ عربی زبان سے باخبر کوئی بھی صاحب ہوش و خرد قرآن پاک میں غور و فکر کرے تو اسے ماننا پڑے گا کہ یہ کتاب ہر شک و شبہے سے ماوراء ہے تو جو لوگ شک میں مبتلا ہیں خود ان کی عقل میں خلل ہے۔ قرآن کریم میں کوئی نقص اور عیب نہیں ہے۔

ذرا یہ ترجمہ بھی دیکھئے جس میں ان دو سوالوں میں سے کسی کا بھی جواب نہیں ملتا:

"یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہہ نہیں"

٣

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیرِ اللّٰهِ

اِہلال اور اِستِہلال کا لغوی معنی ہے چاند کا تلاش کرنا۔

چونکہ چاند تلاش کرتے وقت اونچی آواز میں باتیں کی جاتی تھیں- اس لیے یہ دونوں لفظ اونچی آواز نکالنے کے معنی میں استعمال کیے جانے لگے- اس اعتبار سے آیت کریمہ کا معنی یہ ہونا چاہیے کہ :

"اور (تم پر حرام فرمائی) وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام بلند آواز سے لیا گیا-"

اس ترجمہ کے مطابق اگر کسی سے پوچھا جائے کہ یہ عورت کون ہے ؟ وہ کہے میری بیوی ہے، تو چاہیے کہ بیوی اس پر حرام ہو جائے- اسی طرح پوچھا گیا کہ یہ بکرا کس کا ہے ؟ کسی نے کہا کہ یہ امجد کا ہے- اس پر بھی یہی فتویٰ عائد ہونا چاہیے کہ یہ بکرا حرام ہو گیا کہ اس پر امجد کا نام بلند آواز سے بولا گیا ہے- حالانکہ یہ بات اتفاقاً باطل ہے، اسی لیے تمام متقدمین مفسرین نے اس جگہ ایک قید کا اضافہ کیا ہے اور فرمایا کہ وہ جانور حرام ہے جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو- علماء دیوبند اس آیت کا ترجمہ کرتے وقت کہتے ہیں :

"اور ایسے جانور کو بھی جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کے لیے نامزد کر دیا گیا ہو"

(تھانوی صاحب)

اس ترجمے کی بناء پر ان کے نزدیک وہ جانور حرام ہو جاتا ہے جو کسی بزرگ کے ایصال ثواب کے لیے خریدا گیا ہو یا پالا گیا ہو- چاہے اسے اللہ تعالےٰ کا نام لے کر ہی ذبح کیا گیا ہو- مشرکین کے بتوں کے لیے نامزد کردہ جانوروں کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے :

يَآاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا (۱۶۸/۲)

"اے لوگو! کھاؤ ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں حلال پاکیزہ-"

حیرت کا مقام ہے کہ بتوں کے لیے مشرکوں کے نامزد کردہ جانوروں کو مسلمان اللہ تعالےٰ کا نام لے کر ذبح کر لیں تو وہ حلال اور اگر بزرگوں کو ثواب پیش کرنے کے لیے جانور پالا جائے، تو حرام- اگرچہ اسے اللہ تعالےٰ کا نام لے کر ہی ذبح کیا جائے- امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ ملاحظہ ہو :

"اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہے"

یہ ترجمہ نہ صرف اکابر مفسرین کے مطابق ہے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمہ کے بھی عین مطابق ہے-

وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا

۴ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (۱۴۲/۴)

بعض لوگ اس کا ترجمہ کرتے ہیں :

"البتہ منافق دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا"

اللہ تعالےٰ کی طرف دغا کی نسبت کرنا بڑی بے باکی ہے- امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ یوں ترجمہ کرتے ہیں :

"بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انھیں غافل کر کے مارے گا-"

۵ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا (۱۳/۱۴)

اس آیت کا ترجمہ کیا گیا ہے :

"اور ان کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ-"

کسی نے اس طرح ترجمہ کیا :

"یا لوٹ آؤ ہمارے دین میں"

"پھر آجاؤ" یا "لوٹ آؤ" کے الفاظ میں غور کیجئے کیا اس کا یہ مطلب نہیں ؟ کہ معاذ اللہ! رسولانِ گرامی بھی پہلے کافروں کے دین پر تھے، جن دوسری آیات میں لَتَعُوْدُنَّ واقع ہوا ہے ان کا بھی ایسا ترجمہ کیا گیا ہے- دراصل عَادَ، يَعُوْدُ کبھی فعل تام ہوتا ہے اور اس کا معنی لوٹنا اور رجوع کرنا ہوتا ہے اور بعض اوقات فعل ناقص ہوتا ہے اس وقت اس کا معنی ہو جانا ہوتا ہے، ان مترجمین کو یہ بات سمجھ نہیں آسکی کہ اس جگہ یہ فعل ناقص ہے تام نہیں ہے، امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کا صاف اور شفاف ترجمہ یہ ہے :

"اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم ضرور تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین پر ہو جاؤ"

یہ ہے قرآن فہمی اور اسے کہتے ہیں عرفانی بصیرت-

۶ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا ۝ لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (۲۴/۱۲)

"اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس

عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا اگر رب کی دلیل کو انھوں نے نہ دیکھا ہوتا تو زیادہ خیال ہو جانا عجب نہ تھا۔"

صاف مطلب یہ ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو کچھ خیال تو ہو گیا تھا، زیادہ خیال نہیں ہوا اور یہ اہلِ سنت کے اجماعی عقیدے عصمتِ انبیاء کے خلاف ہے۔ پھر یہ ترجمہ ضرورت سے زیادہ طویل ہے، نیز لولا کو ما قبل سے جدا کر کے الگ جملہ شرطیہ بنا دیا گیا ہے حالانکہ وہ ما قبل سے متصل ہے اور وَھَمَّ بِھَا اس کی جزاء پر دال ہے، اس کے برعکس امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ پڑھیے سیاقِ آیت کے مطابق، مختصر اور مسلک اہل سنت کا ترجمان :

"اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔"

[۷] حَتّٰۤی اِذَا اسۡتَایۡـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ قَدۡ كُذِبُوۡا (۱۲/۱۱۰)

ترجمہ : "یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا"

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا رسولوں نے گمان کیا کہ انھیں جھوٹ کہا گیا تھا؟! انھوں نے فرمایا :

"معاذ اللہ! (اللہ کی پناہ) رسولوں کی یہ شان نہیں کہ اپنے رب کے بارے میں یہ گمان کرتے "[1]

امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ دیکھیے :

"یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے اُن سے غلط کہا تھا۔"

[۸] قَالَ هٰۤؤُلَآءِ بَنٰتِیۡۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ (۱۵/۷۱)

ترجمہ : "بولا، یہ حاضر ہیں میری بیٹیاں اگر تم کو کرنا ہے۔"

پس منظر یہ ہے کہ جب عذاب کے فرشتے نوجوان لڑکوں کی صورت میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو کفار اپنے ہم جنسی کے شوق میں ان کے پیچھے دوڑے ہوئے آئے۔ اس پر حضرت لوط علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا جو اس آیت میں مذکور ہے۔

---

[1] بخاری شریف عربی، جلد ۲، ص ۶۸۰

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کوئی بھی شریف آدمی اپنے مہمانوں کے تحفظ کے لیے جان تو دے سکتا ہے مگر اپنی بہو بیٹیوں کو پیش کر دینا نہ شرعاً جائز ہے اور نہ عقلاً، پھر ایک جلیل القدر نبی سے یہ بات کیسے متصور ہو سکتی ہے؟

امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ دیکھیے انھوں نے ترجمہ ہی میں اس مشکل کو حل کر دیا ہے :

"کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمھیں کرنا ہے"

یعنی اگر جنسی خواہشات کا تم پر اتنا ہی غلبہ ہے تو انھیں پورا کرنے کے لیے تمھاری بیویاں موجود ہیں، پھر ناجائز راستہ کیوں اختیار کیوں کرتے ہو؟ قوم کی عورتوں کو اپنی بیٹیاں کہہ کر کمال شفقت کا اظہار ہے اور زورِ بیان بھی پیدا کیا گیا ہے۔

[۹] فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَیۡهِ (۲۱/۸۷)

"پھر سمجھا نہ پکڑ سکیں گے اس کو"

اس ترجمہ کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام کا خیال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر قابو نہ پا سکے گا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے جو کفر ہے۔ مزید برآں یہ کہ اس کفر کی نسبت حضرت یونس علیہ السلام کی طرف جا رہی ہے۔[2] حالانکہ قَدَرَ یَقۡدِرُ کا معنی جیسے "قادر ہونا" آتا ہے، اسی طرح "تنگی کرنا" بھی آتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَیَقۡدِرُ (۲۸/۸۲)

"اللہ رزق وسیع کرتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے۔"

پیش نظر آیت میں بھی نَقۡدِرَ اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ اسی لیے امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں ترجمہ کیا :

"تو گمان کیا (یونس علیہ السلام) نے کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے"

[۱۰] وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی (۹۳/۷)

ترجمہ : "اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی"

غور کیا جائے تو یہ ترجمہ ذوقِ ایمانی پر انتہائی گراں گزرتا ہے، وہ ذات اقدس ﷺ جو تمام عالمِ انسانیت کے لیے رہبر و رہنما ہیں، ان کے لیے معصومیت کا عقیدہ رکھتے ہوئے

---

[2] لسان العرب، جلد ۵، ص ۷۷

ایسے الفاظ استعمال کرنے کا کیا جواز ہے؟ اصل میں مغالطہ اس لیے واقع ہوا کہ ضلالت کا ایک معنی "گمراہی" ہے۔ ترجمہ کرنے والوں نے بے سوچے سمجھے کہہ دیا "بھٹکتا ہوا" اس طرف توجہ نہ کی کہ اس کا معنی "محویت" بھی تو ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں برادران یوسف علیہ السلام کا قول منقول ہے:

اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ (۱۲/۹۵)

"آپ اپنی اسی پرانی خودرفتگی میں ہیں"

اسی لیے امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں ترجمہ کیا:

"اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"

اس ترجمہ میں مقام رسالت کی عظمت کا احترام بھی ملحوظ ہے اور ادبی اعتبار سے بھی قابل صد ستائش ہے۔

امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان کے محاسن پر متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ ہم نے اختصار کے پیش نظر چند آیات کے تراجم کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک پڑھنے، اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

آمین ثم آمین![3]

---

[3] مقالہ محررہ یکم شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ/۱۹/مارچ ۱۹۸۸ء

باب نمبر 2

سیرت

نمبر شمار	عنوان	رسالہ/اخبار	مطبوعہ	سال اشاعت
۱۔	اعلیٰ حضرت بریلوی	ماہنامہ ضیائے حرم	لاہور	اپریل ۱۹۷۳ء
۲۔	مولانا شاہ احمد رضا خاں	روزنامہ وفاق	لاہور	۷ جولائی ۱۹۷۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی

متحدہ ہندو پاک میں یوں تو ان گنت نامور ارباب علم و فضل پیدا ہوئے جن کی جلالت و عظمت کے نقوش صفحۂ دہر پر قیامت تک درخشندہ و تابندہ رہیں گے، لیکن امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ان معدودے چند فقید المثال شخصیتوں میں سے ہیں جو علم و فضل، زہد و تقویٰ، دینی خدمات، حق گوئی اور جامعیت میں بام عروج کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کی عبقری شخصیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کم و بیش پچاس علوم و فنون میں تقریباً ایک ہزار تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کی کسی بھی تصنیف کو دیکھئے آپ کو علم و عرفان کا بحر ذخار موجزن نظر آئے گا، یہی وجہ ہے کہ مخالف بھی بہ نظر انصاف آپ کی تصانیف پڑھے تو اسے مصنف کی وسعت علمی اور فکر و نظر کی گہرائی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز نے عمر بھر بلا خوف تردید حق بات کی اور اس امر کی پروا نہیں کی کہ کوئی خوش ہوتا ہے یا ناراض۔ در حقیقت مردان حق کا یہی شیوہ ہوتا ہے کہ وہ کسی صورت میں حق کی حمایت سے دست کش نہیں ہوتے اگرچہ انہیں بڑے سے بڑا نقصان بھی قبول کرنا پڑے۔ راہ استقامت کے راہی امام احمد رضا نے نہ صرف فریضۂ حق گوئی بکمال حسن و خوبی ادا کیا بلکہ لاکھوں مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت کا سامان بھی فراہم کر دیا۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی ابن رئیس المتکلمین مولانا شاہ نقی علی خان (م۔ ۱۲۹۷ھ۔ ۱۸۸۰ء) ابن علامہ زماں مولانا رضا علی خاں (م۔ ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۵/۶ء) ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف (اتر پردیش بھارت) میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام "المختار" تجویز کیا گیا۔ آپ کی طبیعت میں ذکاوت و فطانت کے جوہر ابتدا ہی سے بدرجہ اتم نمایاں تھے۔ پھر دینی اور علمی ماحول نے آپ کی صلاحیتوں کو مزید چار چاند لگا دیئے۔ تمام مروجہ علوم کی تحصیل والد ماجد مولانا نقی علی خاں

قدس سرہ العزیز سے کی۔ ان کے علاوہ مرزا غلام قادر بیگ، علامہ عبدالعلی رامپوری اور
مولانا شاہ ابو الحسین نوری وغیرہم سے استفادہ کیا، اور تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں فارغ
التحصیل ہوگئے اور اسی دن رضاعت کے مسئلے کا نفیس جواب تحریر فرمایا جسے دیکھ کر والدِ ماجد
نے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کردیا۔ قریباً نصف صدی تک اس فریضے کو اس عمدگی سے
نبھایا کہ دیکھنے والے عش عش کر اٹھے۔ مولانا حکیم عبدالحی نے اپنے تاثرات ان الفاظ میں
بیان کئے ہیں:-

"وہ فقہ حنفی میں وسعتِ نظر کے اعتبار سے بے مثل تھے اس پر ان کا فتاویٰ
اور ان کی کتاب "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" مصنفہ
۱۳۲۳ھ (نوٹ کے مسائل پر محققانہ کتاب) شاہد ہے" [1]

اعلیٰ حضرت نے متعدد علوم میں مطالعہ سے دسترس حاصل کی۔ ۱۸۷۷ء میں والد
ماجد کے ہمراہ حضرت شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ العزیز سے بیعت ہوئے اور اجازت و
خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت شاہ آل رسول نے فرمایا:

"قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ مجھے پوچھے گا "دنیا سے کیا لایا ہے"؟ تو میں
احمد رضا کو پیش کردوں گا"

۱۸۷۸ء میں والدِ مکرم کی معیت میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔
اس موقع پر حضرت شیخ احمد بن زینی دحلان مکی مفتی شافعیہ اور حضرت شیخ عبدالرحمان مکی
مفتی حنفیہ سے سندِ حدیث حاصل کی۔ شیخ جمل اللیل مکی نے آپ کو دیکھا تو بے ساختہ فرمایا۔

انی لا جد نور اللہ من ھذا الجبین

"مجھے اس پیشانی سے نورِ الٰہی محسوس ہوتا ہے"

اور بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آئے انہوں نے اپنی عربی منظوم تالیف "الجوھرۃ
المضیئۃ (مسلک شافعی پر مسائل حج و زیارت) کی اردو شرح مسلک حنفی کے مطابق لکھنے کی
فرمائش کی۔ جسے اعلیٰ حضرت نے دو دن میں پورا کردیا اور شرح کا نام:

"النیرۃ الوضیئۃ فی شرح الجوھرۃ المضیئۃ"

لکھا بعد میں آپ نے اس پر قابل قدر حواشی تحریر فرمائے۔ ۱۳۲۳ھ میں دوسری دفعہ

۱۔ نزہۃ الخواطر۔ جلد ہشتم

حرمین شریفین کی زیارت کی۔ اس دفعہ حرمین طیبین کے علماء نے آپ کا والہانہ استقبال کیا۔
سندیں اور اجازتیں حاصل کیں، آپ کی زیارت اور آپ سے استفادے کو غنیمت جانا، آپ کی
تصانیف پر اہم تقریظیں لکھیں۔ نوٹ کے مسائل علمائے عرب کے لیے عقدہ لاینحل بنے ہوئے
تھے، انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور یہ مسائل آپ کی خدمت میں پیش کردیئے۔ آپ نے
چند پہر ان مسائل پر غور و خوض کیا اور ایک مبسوط کتاب عربی میں لکھ دی جس کا نام رکھا:

"کفل الفقیہ الفاھم"

اس سے پہلے انہی مسائل کے بارے میں مفتی حنفیہ مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر
مکی قدس سرہ سے استفسار کیا گیا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا:

"علم علماء کی گردنوں کی امانت ہے مجھے اس جزئیہ کا کچھ پتا نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں"

مگر جب یہی سوال مولانا احمد رضا بریلوی کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے ایسا
محققانہ جواب لکھا کہ عرب علماء انگشت بدنداں رہ گئے۔

اسی سفر میں مسئلہ علم غیب سے متعلق بھی چند سوالات پیش کیے گئے۔ جن کے
جواب میں آپ نے عربی میں ایک مبسوط کتاب:

"الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ"

مجموعی طور پر آٹھ گھنٹوں میں لکھ دی، اجلہ علماء نے بکثرت اس پر تقریظیں اور
شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مولانا احمد ابو الخیر بن
عبداللہ میرداد رحمۃ اللہ علیہ مدرس مسجد حرام فرماتے ہیں:

"میں نے یہ رسالہ گہری نظر سے دیکھا، اسے حسن تحقیق اور متانت میں
کامل پایا۔ یہ رسالہ شرح صدر کا باعث ہوا، اس کے دلائل آسمان تحقیق پر جلوہ
گر ہوئے۔ اس طرح کیوں نہ ہوتا جبکہ اسے امام علامہ ذکی اور بلند ہمت نے لکھا
ہے جو اپنے زمانے کے مؤلفین کا سردار اور معاصرین کی شہادت سے تمام
مصنفین کا امام ہے"

مشہور آفاق فاضل علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ و مؤلف
"جواہر البحار" و "شواہد الحق" فرماتے ہیں۔

"میں نے الدولۃ المکیۃ کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا اور اسے تمام دینی کتابوں سے بہت نفع بخش اور مفید پایا اس کے دلائل بہت پختہ ہیں جو امام کبیر اور علامہ اجل سے ہی ظاہر ہو سکتے ہیں" [2]

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تن تنہا وہ کام کیا جو اجلہ علماء کا پورا ادارہ بھی کرنے سے قاصر ہے- آپ کا فتویٰ ضخیم بارہ جلدوں میں مرتب ہو چکا ہے، مگر ابھی تک اس کی صرف پانچ جلدیں طبع ہو سکی ہیں- [3] آپ نے اہل باطل کی سرکوبی پوری قوت سے فرمائی- سینکڑوں تصانیف کے ذریعے باطل کے غرور کو خاک میں ملایا- علم ہیئت اور میقات میں اس قدر کمال رکھتے تھے کہ دن کو سورج اور رات کو ستارے دیکھ کر صحیح وقت بتا دیتے تھے- شمسی مہینوں کے لحاظ سے نماز پنجگانہ کے اوقات ہندوستان میں سب سے پہلے آپ نے مرتب کر کے شائع کرائے- علم جفر میں آپ کی شہرت یہاں تک پہنچی کہ عرب کے بعض علماء بغرض استفادہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیض یاب ہوئے- آپ کی تصانیف میں "تمہید ایمان بآیات قرآن" خاص طور پر لائق مطالعہ ہے- اس میں آپ نے کتاب و سنت کی روشنی میں بتایا ہے کہ ایک مسلمان کو نبی اکرم ﷺ کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیے-

مولانا احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز اصولی طور پر ایک دینی راہنما تھے- لیکن جب بھی ملت اسلامیہ پر مشکل وقت آیا تو آپ نے دینی نقطۂ نظر سے بروقت اور صحیح رہنمائی فرمائی- ۱۹۱۹ء میں انگریزوں نے ساز باز کر کے ترکی کے حصے بخرے کر دیے ان کے ظلم و ستم پر مسلمانوں کو برہم ہونا فطری امر تھا اس بناء پر "تحریک خلافت" قائم کی گئی- ۱۹۲۰ء میں گاندھی نے کانگریس کی طرف سے "تحریک ترک موالات" کی ابتدا کی- دونوں تحریکوں میں انگریز دشمنی کی مشترکہ بنیاد پر جلد ہی اتحاد و یگانگت کی فضا پیدا ہو گئی افراط و تفریط کا یہ عالم کہ ایک طرف انگریزوں سے معاملات تک ناجائز قرار دیے گئے- دوسری طرف ہندوؤں کے ساتھ روابط اتحاد کی حد کو پہنچ گئے- اس موقع پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور دیگر علماء نے ہندو مسلم اتحاد کے خوفناک مضمرات کتاب و سنت

۲- الدولۃ المکیۃ، ص ۷۷-۷۶

۳- اب تک بارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں- بعدہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور نے پہلی 6 جلدیں تخریج و تسہیل و جدید ترتیب سے 16 جلدوں میں شائع کر دی ہیں اور بقیہ جلدوں پر ہنوز کام جاری ہے- طاہر

کی روشنی میں پیش کیے اور دو قومی نظریے کا بھرپور پرچار کیا- بعض کانگریس نواز ظاہر بینوں نے ان پر انگریز دوستی کا الزام لگایا اور یہ نہ سوچا کہ وہ کس شخص پر یہ الزام لگا رہے ہیں؟ آپ نے مولانا محمد علی جوہر کو صاف لفظوں میں اپنا عندیہ ظاہر کر دیا تھا- ایک ملاقات میں فرمایا:

"مولانا میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں"

حاجی علاؤالدین میرٹھی ایک مسئلے کی تحقیق کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

"آپ کے خطوط آتے ہیں ان میں ٹکٹ زیادہ لگے ہوتے ہیں حالانکہ لفافہ دو پیسوں میں آجاتا ہے" حاجی صاحب نے عرض کیا" حضور دو پیسے کے ٹکٹ تو عام لوگوں کے خطوط پر لگائے جاتے ہیں" فرمایا" بلاوجہ نصاریٰ کو روپیہ پہنچانا کیسا؟"

حاجی صاحب نے تسلیم کیا اور آئندہ اس روش کو ترک کرنے کو وعدہ کیا- [4]

۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ کو مولانا حاکم علی نقشبندی پروفیسر اسلامیہ کالج، لاہور نے ترک موالات کے بارے میں استفتاء پیش کیا جس کا مختصر جواب فوری طور پر بھجوا دیا گیا- اس جواب کو دیکھ کر چوہدری عزیز الرحمان سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول، لاہور نے ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ کو ایک استفتاء ارسال کیا جس میں انہوں نے ذرا تیز لہجہ اختیار کیا اور لکھا:

"موجودہ وقت کھینچ تان کر کفار سے تعلق رکھنے اور ان کی اعانت کرنے کے جواز ثابت کرنے کا نہیں ہے بلکہ سینہ سپر ہو کر بے خوف و خطر لوگوں کو صراط مستقیم دکھانے کا ہے"

مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز نے قریباً نوے صفحات پر مشتمل مبسوط جواب ارسال فرمایا جس میں مسئلے کو نصف النہار سے زیادہ روشن کر کے پیش کیا اور ساتھ ہی واضح فرمایا کہ تحقیق مسئلہ سے صرف اور صرف خدا اور رسول کی خوشنودی مقصود ہے نہ کہ کسی مخلوق کی رضامندی- اور صراحۃً فرما دیا:

"سنیے! ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو چاہی مسلمین کا مسئلہ اٹکایا ہو- نہیں نہیں بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا اور رسول، نہ تنبیہ و آگاہی

۴- ملک العلماء، مولانا محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ ۱۴۰

مسلمین کے لیے بنایا تھا اس سے خوشنودی نصاریٰ اور اس کا مقصود مدعا ہو"۔[5]

انشاء اللہ العزیز، ان حوالوں سے منصف مزاج کے شکوک و شبہات کافور ہو جائیں گے اور راہ حق و صواب واضح ہو جائے گا۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کے تلامذہ اور خلفاء پاک و ہند کے علاوہ دیگر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے والد شاہ عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمہ اور مولانا عبدالمصطفےٰ ازہری کے والد صدر الشریعۃ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ اس وقت آپ کے خلفاء میں سے مولانا سید ابو البرکات لاہور میں اور مولانا ضیاء الدین مدنی مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہیں۔[6] مولائے قدوس ان حضرات کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۴/ جون ۱۸۵۶ء (۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ) کو پیدا ہوئے اور ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کو نماز جمعہ کے وقت بریلی شریف میں نگاہ ظاہر میں سے روپوش ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!۔ آپ نے وصال سے پہلے الہامی طور پر قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ سے اپنا سنہ وفات استخراج فرمایا:

ویطاف علیهم بآنیة من فضة واکواب (۱۳۴۰ھ)[7]

۵۔ (الحجۃ المؤتمنہ، صفحہ ۳۸)

۶۔ قضائے الٰہی سے مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری ۲۰ شوال ۱۳۹۸ھ/ ۲۳ ستمبر ۱۹۷۸ء کو لاہور میں رحلت فرما گئے اور مولانا ضیاء الدین مہاجر مدنی نے ۴ ذوالحج ۱۴۰۱ھ/ ۲ اکتوبر ۱۹۸۱ء بروز جمعہ کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا ——— طاہر

۷۔ بشکریہ: ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور شمارہ اپریل ۱۹۷۳ء

نوٹ: یہی مقالہ روزنامہ وفاق، لاہور شمارہ جولائی ۱۹۷۷ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

باب نمبر 3

ہم عصر علماء سے تعلقات

نمبر شمار	عنوان	تاثرات	مطبوعہ	سن
۱	حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی، امام احمد رضا کی نظر میں	ماہنامہ ضیائے حرم	لاہور	اکتوبر ۱۹۹۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی امام احمد رضا بریلوی کی نظر میں

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی کا سلسلۂ نسب بتیس (۳۲) واسطوں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔آپ کے اجداد میں سے ۱۵ نمبر پر آنے والے بزرگ حضرت شیخ دانیال قطری رحمہ اللہ تعالیٰ ہندوستان تشریف لانے والے پہلے بزرگ ہیں۔جو چھٹی صدی ہجری میں وارد ہندوستان ہوئے۔حضرت دانیال رحمہ اللہ تعالیٰ شہاب الدین غوری کے لشکر کے ساتھ ہندوستان آئے۔بدایوں کی فتح کے وقت آپ قطب الدین ایبک کے ساتھ تھے۔ایبک نے آپ کو بدایوں کا قاضی مقرر کیا۔ایبک کے دہلی جانے کے بعد شمس الدین التمش بدایوں کا حاکم ہوا۔اس نے بدایوں میں عالی شان جامع مسجد شمسی تعمیر کی۔جس میں پہلی نماز حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد حضرت سید احمد نے پڑھائی۔پھر اس مسجد کے منتظم اور خطیب حضرت قاضی صاحب قدس سرہ العزیز مقرر ہوئے۔

حضرت قاضی دانیال علیہ الرحمہ حضرت خواجہ عثمان ہاروَنی قدس سرہ العزیز کے مرید اور خلیفہ تھے۔۶۳۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔آپ کے صاحبزادے حضرت رکن الدین شمس رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع مسجد کے پیچھے مدرسہ قائم کیا۔یہی مدرسہ آج "مدرسہ قادریہ" کے نام سے موجود ہے۔قاضی صاحب کی اولاد میں مولانا محمد شفیع صاحب عالمگیری دور کے مشہور عالم اور "فتاویٰ عالمگیری" کی تدوین میں شریک تھے۔[1]

یہ حقیقت حیرت انگیز ہے کہ اس وقت سے لے کر آج تک آٹھ سو سال کا طویل ترین عرصہ اس طرح گزرا ہے کہ یہ عثمانی خانوادہ ارباب علم و فضل اور اصحاب تقویٰ و طہارت ہستیوں سے کبھی خالی نہیں رہا۔یہ وہ سرمایۂ صد افتخار ہے جس میں پاک و ہند کا کوئی خاندان اس خانوادے کا مد مقابل دکھائی نہیں دیتا۔

حضرت شاہ عبدالقادر بدایونی کے والد ماجد حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ

۱۔ محمد یعقوب ضیاء القادری، مولانا: اکمل التاریخ، ج ۲، ص ۱۹-۱۸

معین الحق فضل رسول بدایونی اور جد امجد حضرت شاہ عین الحق عبد المجید رحمہم اللہ تعالیٰ ہندوستان کے مشاہیر علماء و مشائخ میں سے تھے۔

اصل موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبد القادر بدایونی قدس سرہ العزیز کے حالاتِ زندگی مختصر طور پر بیان کر دیے جائیں۔

حضرت شاہ عبد القادر بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۷ رجب ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ باطنی الہام کی بنا پر "شیخ الاسلام فی الھند" تاریخی لقب رکھا گیا۔ جد امجد حضرت عین الحق شاہ عبد المجید رحمہ اللہ تعالیٰ نے "مظہر حق" تاریخی نام تجویز فرمایا حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشارے کی بنا پر عبد القادر نام پر عقیقہ کیا گیا۔ والد ماجد حضرت شاہ فضل رسول بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ نے محب رسول نام کا جزء قرار دیا۔ ۲

عام بچوں کو لہو لعب کے علاوہ کسی چیز سے دل چسپی نہیں ہوتی۔ لیکن آپ اس عمر میں بھی مروجہ بدعات مثلاً تعزیہ وغیرہ کے دیکھنے کے روادار نہ ہوتے۔ جد امجد نے بسم اللہ خوانی کی تقریب ادا فرمائی۔ اس کے بعد آپ کے چچا، استاذ الاساتذہ مولانا نور احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علوم دینیہ کی تعلیم دی اور پایہ کمال کو پہنچایا۔ والد ماجد سے تکمیل کر کے چودہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ معقولات کی اعلیٰ تعلیم کے لئے شہید تحریک آزادی علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند سال ان کی خدمت میں رہ کر ان کے قابل صد فخر تلامذہ میں شمار ہوئے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی آپ پر ہمیشہ فخر فرماتے اور اکثر فرمایا کرتے تھے:

"صاحب قوت قدسیہ ہر زمانہ میں ظاہر نہیں ہوتے۔ وقتاً بعدَ وقتٍ اور عصراً بعد عصرٍ (یعنی کسی کسی وقت ہی) پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اس زمانہ میں کسی کا وجود مانا جائے تو آپ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے کہ یہ ہیں" ۳

ایسے علامۃ العصر کا یہ تاثر معمولی نہیں ہے۔ بعض اوقات حضرت علامہ فرمایا کرتے تھے:

"ان کے ذہن کی جودت و سلامت ابو الفضل و فیضی کے اذہان ثاقبہ کی

۲۔ محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علماء اہل سنت (طبع فیصل آباد) ص ۱۲۵
۳۔ محمد یعقوب ضیاء القادری، مولانا: اکمل التاریخ، ج ۲، ص ۲۰۷

جودت کو مات کرتی ہے۔ ۴

والد ماجد سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ فضل رسول رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

"مجھ سے مولانا فیض احمد صاحب قدس سرہ (حضرت کے بھانجے) کی ذہانت و ذکاوت زیادہ ہے، مگر برخوردار عبد القادر کی ذہانت مجھ سے اور مولوی فیض احمد صاحب دونوں سے زیادہ ہے۔ ۵

حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کے سینکڑوں شاگردوں میں سے چار حضرات عناصر اربعہ سمجھے جاتے تھے۔

☆ حضرت مولانا عبد الحق خیر آبادی (فرزند ارجمند)
☆ مولانا فیض الحسن سہارنپوری
☆ مولانا ہدایت اللہ خاں جونپوری
☆ حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر بدایونی رحمہم اللہ تعالیٰ

حضرت علامہ عبد الحق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے:

"ہر سہ اصحاب (پہلے تین حضرات) کسی خاص فن میں یکتائے عصر اور وحید روزگار ہیں (مثلاً علامہ عبد الحق خیر آبادی معقولات میں، علامہ سہارنپوری شارح حماسہ ادب میں اور علامہ ہدایت اللہ جونپوری معقولات میں) مگر حضرت تاج الفحول کا تبحر اور جامعیت جملہ علوم و فنون میں ہے۔ ۶

علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہو کر سند حدیث والد ماجد سے حاصل کی، سلسلہ عالیہ قادریہ میں والد اقدس کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ اور رجب ۱۲۷۹ھ میں پہلی بار حرمین شریفین کی حاضری کا ارادہ کیا تو اجازت و خلافت سے بھی نوازے گئے۔

حضرت مولانا شاہ عبد القادر نے والد ماجد کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا کہ حرمین شریفین حاضری کا ارادہ ہے اجازت اور ہدایات سے بہرہ ور فرمائیں۔ حضرت والد ماجد

۴۔ محمد یعقوب ضیاء القادری، مولانا: اکمل التاریخ، ج ۲، ص ۲۰۷
۵۔ محمد یعقوب ضیاء القادری، مولانا: اکمل التاریخ، ج ۲، ص ۲۰۷
۶۔ محمد یعقوب ضیاء القادری، مولانا: اکمل التاریخ، ج ۲، ص ۲۰۷

نے ۲۱؍رجب ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۳ء کو جو مکتوب ارسال فرمایا اس کا ترجمہ اور خلاصہ درج ذیل سطور میں پیش کیا جاتا ہے- کیونکہ اس میں مندرجہ ہدایات شاید آپ کو کسی دوسری جگہ نہ ملیں:

برخوردار، سعادت وثار، فضیلت آثار، قرۃ العین، فلاح الکبد، راح القلب، نزھۃ الخاطر، مولوی عبدالقادر حفظہ اللہ تعالیٰ بالباطن والظاہر- دعاؤں کے بعد آپ کو معلوم ہو کہ راحت نامہ موصول ہو کر فراواں خوشی کا باعث ہوا- جس چیز کا آپ نے مطالبہ کیا ہے، آپ کے حج وزیارت کے ارادے کے ظاہر ہونے کے وقت ہی سے میں دل سے اسے بیان کرنا چاہتا تھا، لیکن آپ کی طلب کا منتظر تھا کہ ان امور میں طالب کی طلب اور رغبت زیادہ کام کرتی ہے- اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ کو طلب کی توفیق مل گئی، اس کے ثمرات سے بھی سعادت مند ہوں-

میری جان! اللہ تعالیٰ کے فضل سے:

☆ جب جہاز پر سوار ہوں "بسم اللہ مجرھا و مرسھا ان ربی لغفور رحیم" پڑھیں

☆ صحیح بخاری شریف اول سے آخر تک بطور وظیفہ ختم کریں-

☆ کپڑے اور جائے نماز کی پاکیزگی اور وضو کا التزام کریں-

☆ ضروریات طبعیہ مثلاً کھانے، پینے اور سونے، اسی طرح ضروریات شرعیہ مثلاً نماز، معمول کے وظائف اور نوافل کے علاوہ دن رات کے تمام اوقات کو بخاری شریف کی تلاوت میں صرف کریں، گویا آپ نے پوری کتاب ایک نشست میں مسلسل پڑھی ہے کیونکہ تمام وظائف میں مسلسل پڑھنے کو وقفے سے پڑھنے پر فضیلت حاصل ہے-

اس طرح کتاب ختم کرنے کے بعد کتاب الحج اور جو کچھ زیارت سے متعلق ہے اور وہ ابواب جن کا تعلق مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے ہے، نیز حضور سرور کائنات ﷺ کی عبادات، معاملات عادات، سفر ہجرت اور غزوات کے مقامات جو مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ اور ان دونوں حرموں کے درمیان آئے ہیں انہیں اس کتاب سے خوب ذہن نشین کریں-

☆ احرام سے لے کر طواف رخصت تک حج کا مکمل طریقہ یاد کریں-

☆ جب میقات سے احرام باندھیں تو تصور کریں کہ حضرت ختم المرسلین ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے اور میرا احرام رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہے-

☆ اسی طرح لباس، تلبیہ اور حج کے تمام افعال میں آں حضرت ﷺ کے فعل کو سامنے رکھیں

☆ جب مکہ معظمہ پہنچیں شہر کی عظمت کا اس طرح تصور کریں کہ اس جگہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ مسجد ہے- چونکہ بیت اللہ شریف کو اللہ تعالیٰ کا مظہر خاص ہونے کا شرف حاصل ہے اس لئے اسے قبلہ قرار دیا ہے، نیز اس جگہ نبی اکرم ﷺ کی جائے پیدائش ہے-

☆ خاص مقامات مثلاً طواف اور سعی کی جگہ، صفا، مروہ اور غار حراء وغیرہ کہ حدیث صحیح میں ان جگہوں پر نبی اکرم ﷺ کے بیٹھنے یا گزرنے کا ذکر ہے- ان میں سے ہر جگہ نبی اکرم ﷺ کو اسی حال میں تصور کریں گویا کہ آپ کی زیارت کر رہے ہیں- مساجد، مقامات، آثار اور عرفات وغیرہ کے راستے میں اسی تصور کو مستحکم رکھیں-

☆ اور جب مدینہ پہنچیں تو دل میں یہ عقیدہ خوب مضبوط رکھیں کہ نبی اکرم ﷺ زندہ و پایندہ موجود ہیں اور مشاہدہ فرما رہے ہیں- خصوصاً حضرت نور الانور کے حضور حاضری کے وقت اس عقیدے کو یقین کی حد تک پہنچا دیں- اس بحث کا باقی حصہ مراقبۂ محمدیہ کے طریقے سے واضح ہو جائے گا-

☆ میں نے مولوی سراج الحق کو کہہ دیا ہے کہ طریقۂ مراقبۂ کلمۂ طیبہ اور طریقۂ مراقبۂ محمدیہ نقل کر کے آپ کو ارسال کریں- ان دونوں طریقوں کی شرح کر کے ایک کتابچے میں جمع کر دیں- ممکن ہے کسی طالب کے کام آجائے- ان دونوں تحریروں میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے نیز تمام اوراد، اذکار، اشغال، اعمال اور اوفاق کی جن کی مجھے والد ماجد قدس سرہ العزیز سے اجازت ہے آپ کو اجازت دیتا ہوں- علاوہ ازیں آپ کو سلاسل عالیہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور مداریہ میں اگر کوئی طالب اصرار کرے تو ان طرق کی شرائط اور لوازم کے ساتھ بیعت کرنے کی اجازت دیتا ہوں-

اگر طالب اور فیض حاصل کرنے والا رغبت رکھنے والا ہو تو سبحان اللہ دل و جان سے جو کچھ معلوم ہو اس کی خدمت میں پیش کیا جائے اور اس کی تعظیم بجا لائی جائے- کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا طالب ہے اور اگر وہ عوام میں سے ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کے محبوں اور محبوبوں کی محبت کی لڑی میں پروئے جانے کے فائدے سے خالی نہیں ہے- المرء مع من احبّ

آدمی اس کے ساتھ ہو جس کے ساتھ محبت رکھے۔[7]

اسی سفر میں والد ماجد کے ارشاد کے مطابق مولانا شیخ جمال عمر حنفی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سند حدیث کی اجازت حاصل کی۔ چونکہ آپ نے حرمین شریفین کی حاضری کے لئے متعدد بار سفر کیا اور والد و مرشد گرامی کی ہدایت کے مطابق حوائج ضروریہ کے علاوہ اکثر اوقات بطور وظیفہ بخاری شریف کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔ حافظہ تو اللہ تعالیٰ نے نہایت قوی عطا فرمایا تھا۔ کثرت تلاوت کی برکت سے آپ کو تمام بخاری شریف تقریباً یاد تھی۔[8]

ابتداء میں درس و تدریس کی طرف مکمل توجہ تھی۔ آخر میں تدریس کا مشغلہ ترک ہو گیا۔ چند نامور تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:۔

۱۔ حضرت مولانا محب احمد بدایونی
۲۔ حضرت مولانا فضل احمد بدایونی
۳۔ حضرت مولانا فضل مجید بدایونی
۴۔ حضرت مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی
۵۔ حضرت مولانا سید عبدالصمد مودودی چشتی (حافظ بخاری شریف)
۶۔ مولانا محمد حسن سنبھلی
۷۔ حضرت مولانا عبدالرزاق مکی
۸۔ حضرت سید مصطفیٰ گیلانی، سجادہ نشین آستانہ قادریہ، بغداد شریف
۹۔ حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری، میاں مارہروی
۱۰۔ حضرت سید شاہ ابوالقاسم حاجی اسمٰعیل حسن مارہروی
۱۱۔ حضرت سید شاہ حسین حیدر مارہروی (جد محترم احسن العلماء حضرت حسن میاں) رحمہم اللہ تعالیٰ[9]

ان کے علاوہ مولوی عزیز الرحمٰن مفتی دیوبند اور مولوی امیر احمد سہسوانی بھی آپ کے شاگرد تھے۔ بعد میں دونوں نے استاذ کے عقیدے سے بغاوت کی۔

۷۔ محمد یعقوب ضیاء القادری، مولانا: اکمل التاریخ، ج ۲، ص ۸۱-۱۸۰
۸۔ محمد یعقوب ضیاء القادری، مولانا: اکمل التاریخ، ج ۲، ص ۹-۲۰۸
۹۔ محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علمائے اہل سنت، ص ۱۲۷

آپ نے اپنے دور میں اٹھنے والے ہر فتنے کا زبان و قلم سے رد کیا۔ آپ کی کثیر تصانیف میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حقیقة الشفاعة علی طریق اهل السنة

مولوی نذیر حسین دہلوی کے رد میں۔

۲۔ شفاء السائل بتحقیق المسائل

ایک سو مسائل فقہیہ اعتقادیہ کی تحقیق۔

۳۔ سیف الاسلام

مولوی بشیر قنوجی نے حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ میلادیہ "اشباع الکلام" کے رد میں رسالہ تائید الکلام لکھا، سیف الاسلام اسی کا رد ہے۔

۴۔ ہدایۃ الاسلام

روافض کے رد میں۔

۵۔ تاریخ بدایوں

بدایوں کے مشہور علماء، مشائخ، ادباء اور شعراء کا تذکرہ۔

۶۔ اس کے علاوہ چار دیوان ایک عربی، ایک فارسی اور دو اردو کے غیر مطبوعہ ہیں۔[10]

۱۷ جمادی الآخری کو اتوار کا دن گزار کر پیر کی رات ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد ایک ہفتہ علیل رہ کر دار فانی سے رحلت فرما گئے۔[11]

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت تاج الفحول اور امام احمد رضا

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کا خاندان پورے ہندوستان میں نہایت محترم اور منصب افتاء و قضاء اور دعوت و ارشاد پر فائز ہو کر صدیوں پرچم اسلام بلند کئے ہوئے تھا۔ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس خانوادے کے ساتھ بہت

۱۰۔ یٰسین علی عثمانی، مولانا: مقدمہ "اختلاف علی و معاویہ" (طبع بدایوں) ص ۴
۱۱۔ محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علمائے اہل سنت، ص ۱۲۷

گہرے مراسم تھے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ انھوں نے حضرت شاہ فضل رسول بدایونی کی شان میں دو قصیدے عربی میں لکھے:

۱- حمائد فضل رسول (۱۳۰۰ھ)

۲- محامد فضل رسول (۱۳۰۰ھ)

جن کے اشعار کی تعداد اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی تعداد (۳۱۳) کے برابر ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر بدایونی کے ساتھ ان کی عقیدت و محبت کا ثبوت ایک سو پانچ اشعار پر مشتمل اردو زبان میں قصیدہ مبارکہ "چراغ انس" ہے۔

○ حضرت تاج الفحول رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو مارہرہ مقدسہ لے جاکر حضرت سیدنا شاہ آل رسول رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست اقدس پر بیعت کروایا۔ اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اور تو اور، شیخ تجھ سے ملا	اس سے بڑھ کر ہے کیا؟ محبِ رسول
شیخ بھی کون؟ حضرت آل رسول	خاتم الاولیاء، محبِ رسول
اس کے در تک رسائی تجھ سے ملی	تو ہوا راہنما، محبِ رسول
مجھ پر واجب ہے تیرا شکر نعم	مجھ پر واجب دعا، محبِ رسول [1]

○ حضرت تاج الفحول رحمہ اللہ تعالیٰ سے محبت و عقیدت کی دوسری وجہ ان کا صاحب علم و فضل اور صائب النظر ہونا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ہندوستان میں میرے زمانۂ ہوش میں دو بندۂ خدا تھے جن پر اصول و فروع و عقائد و فقہ سب میں اعتماد کلی کی اجازت تھی

☆ اول اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد

☆ دوم والا حضرت تاج الفحول، محبِ رسول مولانا مولوی عبدالقادر صاحب قادری بدایونی قدس سرہ الشریف۔

پچیس برس اس جناب سے بھی صحبت رہی، ان کی سی وسعتِ نظر و قوتِ حفظ و تحقیق انیق ان کے بعد کسی میں نظر نہ آئی۔ ان دونوں آفتاب و ماہتاب کے غروب کے بعد ہندوستان میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس کی نسبت عرض کروں کہ

۱- احمد رضا بریلوی، امام: قصیدہ چراغ انس (طبع بدایوں)، ص ۳۵-۳۴

آنکھیں بند کر کے اس کے فتوے پر عمل ہو۔

○ تیسری وجہ یہ تھی کہ حضرت تاج الفحول صرف مسلک اہل سنت و جماعت پر پوری قوت سے کاربند ہی نہ تھے بلکہ خود معیار سنیت تھے۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

ٹھیک معیار سنیت ہے آج	تیری حب و ولا، محبِ رسول
سنیت سے پھرا ہدیٰ سے پھرا	اب جو تجھ سے پھرا، محبِ رسول
مصطفیٰ کا ہوا خدا کا ہوا	اب جو تیرا ہوا، محبِ رسول [2]

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرشد تربیت حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے:

"ہمارے دور میں سنیت کی شناخت، محبت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہے، ہرگز کوئی بدمذہب ان سے محبت نہ رکھے گا۔" [3]

○ چوتھی وجہ یہ تھی کہ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۲ء میں کانپور میں مجلس ندوۃ العلماء قائم کی گئی۔ اس مجلس کے بانیوں نے اہل سنت کے ساتھ شیعوں اور غیر مقلدوں کو بھی شامل کیا۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اہل بدعت و فساد سے محبت اہم ترین فریضہ ہے، اگر کوئی اس فریضے کو ترک کرے گا تو اس کا روزہ مقبول ہے نہ نماز، بلکہ ایمان بھی مقبول نہیں، لہذا جنت میں بھی نہیں جائے گا۔ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے اس قسم کے چند نظریات بیان کر کے فرماتے ہیں:

"ہندوستان کے اطراف سے علماء اہل سنت نے ان پر رد کیا، جن کے مقتدا حضرت مصنف علامہ مولانا شاہ فضل رسول بدایونی کے صاحبزادے محب الرسول تاج الفحول، خاتمۃ المحققین مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی (قدس سرھما) تھے" [5]

مسلک اہل سنت و جماعت ہی اسلام کی سچی تعبیر ہے، اس کا پاسدار کیسے گوارا کرے گا؟ کہ نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام، اہل بیت عظام یا ائمہ دین مجتہدین کے بے ادب

۲- احمد رضا بریلوی، امام: قصیدہ چراغ انس، ص ۲۷

۳- غلام شبیر قادری، مولانا: تذکرہ نوری (طبع فیصل آباد) ص ۱۲۹

۴- محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علماء اہل سنت، ص ۱۲۷

۵- احمد رضا بریلوی، امام: المعتمد المستند (طبع ترکیا) ص ۱۳۱

اور گستاخ کو اپنا دوست اور ہم پیالہ و ہم نوالہ بنائے، یہی وجہ تھی کہ حضرت شاہ عبدالقادر بدایونی نے ندوہ کی شدید مخالفت کی اور امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پچاس سے زیادہ رسائل اس کے خلاف لکھے، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

پہلے بھی مکر دار ندوہ کو — حق نے دی تھی سزا، محبِ رسول
بعد تری صدی کے پھر اچھلا — اب وہ تجھ سے دبا، محبِ رسول
رفض و تفضیل و نجدیت کا گلا — تیرے ہاتھوں کٹا، محبِ رسول [6]

تحریک ندوہ کے صدر مفتی لطف اللہ علی گڑھی تھے۔ ندوہ کے اجلاس بریلی کے دوران حضرت تاج الفحول نے دعوت دی کہ گفتگو کے ذریعے اختلافی مسائل کا فیصلہ کر لیا جائے، لیکن مفتی صاحب حضرت تاج الفحول رحمہ اللہ تعالیٰ کا سامنا کرنے کی جرات نہ کر سکے۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ے جلتے ہیں ندویہ کہ صدر کی قدر — سرد کی تو نے یا محبِ رسول

مولوی محمد علی مونگیری ندوہ کے ناظم اور مولوی عبدالحق حقانی ندوہ کے سرگرم رکن تھے، ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ناظم فتنہ لاکھ ہوں، تو ہے — ناظم اہتدا محبِ رسول
جھوٹے حقانی جلتے ہے گمراہ — سچے حقانی آ محبِ رسول [7]

اہل ندوہ اپنے راستے کی رکاوٹ دو حضرات ہی کو سمجھتے تھے:

ندوی جھنجلاتے ہیں کہ دو ہی تو ہیں — اسد احمد رضا، محبِ رسول
گلۂ بُز کو ایک شیر بہت — وہ بھی لا سیما محبِ رسول

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے ندوۃ العلماء پر ستر قاہر اعتراضات وارد کیے تھے جو

"سوالات حق نما بر روس ندوۃ العلماء"

کے نام سے شائع ہوئے تھے، ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ے میرے ستر سوال کا قرضہ — نہ ادا ہو سکا محبِ رسول [8]

حضرت تاج الفحول کی عقیدت و محبت کی ایک وجہ یہ تھی:

٦۔ احمد رضا بریلوی، امام: قصیدہ چراغ انس، ص ۳۰-۲۸
٧۔ ایضاً: قصیدہ چراغ انس، ص ۳۱-۳۰
٨۔ ایضاً: قصیدہ چراغ انس، ص ۳۱

ے شرم والے غنی کا بیٹا ہے — کان جود و حیا محبِ رسول [9]

نسبت قادری بھی وجہ محبوبیت تھی:

ے عبد قادر نہ کیوں ہو نام کہ ہے — ظل غوث الوریٰ محبِ رسول [10]

حضرت تاج الفحول رحمہ اللہ تعالیٰ حج کرنے گئے تو صفا مروہ کی سعی کے دوران جہاں تیزی سے چلنا چاہیے، وہاں بھی آپ آہستہ آہستہ چلتے رہے۔ آپ کے شاگرد رشید اور شہزادۂ خانوادۂ برکاتیہ حضرت حاجی اسمٰعیل حسن (حضرت حسن میاں مارہروی کے نانا) نے دریافت کیا کہ "حضور وہ کیا کیفیت تھی"؟ آبدیدہ ہو کر فرمایا:

"صاحبزادے اگر کوئی دوسرا پوچھتا تو میں نہ بتاتا، مگر چونکہ آپ میرے مخدوم زادے ہیں اس لئے عرض کرتا ہوں کہ سعی کے وقت شہنشاہ بغداد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے آگے آگے چل رہے تھے، حضور کی تعظیم کے لیے میں آہستہ آہستہ آپ کے پیچھے چل رہا تھا"

اس واقعہ کی طرف لطیف اشارہ کرتے ہوئے حضرت تاج الفحول رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سنا جب تم صفا مروہ پہ آ کے جلوہ کرتے ہو
ہوئے ہیں مست کیا حجاج اے محبوب سبحانی [11]

اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں بھی دیکھوں جو تو نے دیکھا ہے — روز سعی صفا، محبِ رسول
ہاں یہ سچ ہے کہ یاں وہ آنکھ کہاں؟ — آنکھ پہلے دلا، محبِ رسول [12]

امام احمد رضا بریلوی اور حضرت شاہ عبدالقادر کے روابط محبت و عقیدت کا اندازہ لگانا ہو تو درج ذیل اشعار ضرور ملاحظہ کیجئے!

٩۔ احمد رضا بریلوی، امام: قصیدہ چراغ انس، ص ۲۷
١٠۔ احمد رضا بریلوی، امام: قصیدہ چراغ انس، ص ۲۶
١١۔ یمین علی عثمانی، مولانا: حاشیہ چراغ انس، ص ۴۰-۳۹
١٢۔ احمد رضا بریلوی، امام: قصیدہ چراغ انس، ص ۳۸

بلکہ وہ احولی ، سے کہتے ہیں — میں ہوں تجھ میں فنا محبِ رسول
نہ تو مجھ سے جدا نہ میں تجھ سے — میں ترا تو مرا محبِ رسول
غلطی کی ترا مرا کیسا ؟ — تو من و من تو یا محبِ رسول
یہ بھی تیرے کرم سے ہے ورنہ — من کجا و کجا محبِ رسول [۱۳]

یہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں تھا، بلکہ حقیقۃً آپس میں اس قدر گہرا قرب تھا، "قصیدہ آمال الابرار" میں علماء اہل سنت کے بارے میں ایک شعر ہے :

إذا حلّوا تمصّرتِ الفيافي — وحين ترحّلو الأمصارُ بيدٌ [۱۴]

جب وہ تشریف لاتے ہیں تو ویرانے شہر بن جاتے ہیں اور وہ جب روانہ ہو جاتے ہیں تو شہر ویرانے بن جاتے ہیں۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ :

"محض برکت کے لئے یہ قصیدہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی سے پڑھا کرتا تھا۔ جب اس شعر پر پہنچا تو میں نے کہا یہ تو محض شاعرانہ مبالغہ معلوم ہوتا ہے"

اعلیٰ حضرت نے فرمایا :

" ہرگز نہیں، بلکہ یہ واقعہ ہے حضرت مولانا عبد القادر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہی شان تھی کہ جب تشریف لایا کرتے تو شہر کی حالت بدل جایا کرتی، عجیب رونق، چہل پہل ہو جاتی اور جب تشریف لے جاتے تو باوجودیکہ سب لوگ موجود رہتے، مگر ایک ویرانگی اور اداسی چھا جاتی۔ [۱۵]

۱۳۱۸ھ میں امام احمد رضا بریلوی نے ایک سو ستر اشعار پر مشتمل ایک عربی قصیدہ

" آمال الابرار و آلام الاشرار "

کے نام سے لکھا، جو پٹنہ میں منعقد ہونے والے جلسۂ اصلاح ندوۃ العلماء میں پیش کیا گیا۔ اس میں علماء اہل سنت کا تعارف کراتے ہوئے سرفہرست حضرت مولانا شاہ عبد القادر

۱۳۔ احمد رضا بریلوی، امام : قصیدہ چراغ انس ص ۳۳
۱۴۔ احمد رضا بریلوی، امام : بساتین الغفران ص ۱۱۹
۱۵۔ ظفر الدین بہاری، مولانا : حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۴۵-۴۴

بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر کیا ہے۔ فرماتے ہیں :

وقُدوةُ جمعِهِم تاجُ الفُحُولِ — إمامُ الحقِّ ليسَ لهُ نَديدُ
وَمَا أدراكَ مَاتَاجُ الفُحُولِ — بفضلِ المَجدِ فضّلَهُ المَجيدُ
وتَوّجَهُ بتاجِ الفضلِ حقّاً — رَسُولُ اللهِ ليسَ لهُ ضَديدُ
جَوادٌ جَيّدٌ جودٌ مُجَادٌ — مُجيدٌ مَا جدٌ مُجدٌ مُجيدٌ [۱۶]

☆ ان سب کے پیشوا تاج الفحول ہیں، حق کے امام جن کی کوئی نظیر نہیں۔

☆ اور تمہیں کیا معلوم کہ تاج الفحول کیا ہیں ؟ - وہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے عزت کی بزرگی سے فضیلت دی۔

☆ اور انہیں حقیقۃً فضیلت کا تاج پہنایا رسول اللہ نے ، جن کی مخالفت کی کسی کو گنجائش نہیں۔

☆ فیاض ، بے عیب ، عظیم بارش ، خالص کئے گئے ، ذی شان ، گرامی ، نفع رساں ، خالص بنا دینے والے۔

اسی اجلاس میں حضرت تاج الفحول کے بڑے صاحبزادے حضرت مطیع الرسول مولانا شاہ عبد المقتدر بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اکابر علماء و مشائخ کی موجودگی میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو "مجدد مائۃ حاضرہ" کے لقب سے یاد کیا جسے اکابر علماء و مشائخ اہل سنت نے سند قبولیت عطا فرمائی ۔ [۱۷] حضرت شاہ عبد القادر بدایونی کے لئے "تاج الفحول" کا لقب امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تجویز کیا جو مقبول خواص و عوام ہوا۔

حضرت مولانا شاہ عبد القادر بدایونی قدس سرہ العزیز کی رحلت کے بعد

☆ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ عبد المقتدر مطیع الرسول رحمہ اللہ تعالیٰ آستانۂ قادریہ کے سجادہ نشین ہوئے۔ ان کا وصال ۲۵/ محرم ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۵ء کو فجر کے آخری سجدے میں سبحان ربی الاعلی کہتے ہوئے ہوا۔

☆ ان کے بعد حضرت تاج الفحول کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ عاشق الرسول محمد عبد القدیر بدایونی سجادہ نشین ہوئے۔ ۱۳/ شوال ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء کو ان کا وصال ہوا۔

۱۶۔ احمد رضا بریلوی، امام : بساتین الغفران (مطبع لاہور) ص ۱۲۰
۱۷۔ محمود احمد قادری، مولانا شاہ : تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۳۶

☆ان کے وصال کے بعد چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ عبدالحمید محمد سالم قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین ہوئے۔ الحمدللہ تعالیٰ اس وقت بھی ان کا فیض جاری ہے۔

آخر میں حضرت تاج الفحول کے سوسالہ یوم کا اہتمام کرنے والے منتظمین سے گزارش ہے کہ نہایت طویل عرصہ خاموشی کے ساتھ گزر گیا اب :

۱- اس عظیم خاندان کی تصانیف کی عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق اشاعت کا اہتمام کیجیے۔

۲- حضرت تاج الفحول قدس سرہ العزیز کے عربی، فارسی اور اردو دیوانوں کی اشاعت کی طرف توجہ دیجیے۔

۳- حضرت تاج الفحول قدس سرہ العزیز کی وفات پر امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو قصائد لکھے تھے، انھیں منظر عام پر لائیے۔ ۱۸

۱۸- یہ مقالہ ۲۶ / محرم الحرام ۱۳۱۹ھ / ۲۳ / مئی ۱۹۹۸ء کو صد سالہ یوم حضرت تاج الفحول رحمہ اللہ تعالیٰ کے موقع پر پیش کیا گیا۔

باب نمبر 4

تنقیدات و تعاقبات

نمبر شمار	عنوان	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱	امام احمد رضا حقائق کی روشنی میں	لاہور	۱۹۸۵ء
۲	تقدیس الوہیت اور امام احمد رضا	کراچی	۱۹۹۳ء
۳	امام احمد رضا اور رد قادیانیت		۱۹۹۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام احمد رضا بریلوی
حقائق کی روشنی میں

ان دنوں چار صفحے کا ایک پمفلٹ "عقائدِ جماعت بریلویہ رضویہ" بڑی تعداد میں ملک بھر میں تقسیم کیا جارہا ہے[1] جس میں غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے علمائے اہلِ سنت پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ اشتعال انگیز کاروائی عین اس وقت کی جارہی ہے جبکہ داخلی اور خارجی سازشوں کے ذریعے ملکِ پاک کے امن و سکون کو درہم برہم کرنے کی مذموم کوششیں جاری ہیں۔ اس قسم کے لٹریچر سے امن وامان کی صورتِ حال حال کرنے میں قطعامدد نہیں مل سکتی اور نہ ہی اسے ملکی سلامتی کے لئے نیک فال قرار دیا جاسکتا ہے۔

بعض اربابِ علم ودانش کے نزدیک اس قسم کے بیہودہ پروپیگنڈے کو نظر انداز کر دینا چاہئے، جبکہ بعض احباب کی رائے یہ ہے کہ حقیقتِ حال کا اظہار ضروری ہے تاکہ سادہ لوح مسلمان کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں، آئندہ سطور میں مختصر طور پر ان اتہامات کے چہرے سے نقاب ہٹایا جاتا ہے:

(۱)

ایک حدیث کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت سے پہلے تیس دجال پیدا ہوں گے جن میں سے "المسیلمہ"، "العنسی" اور "المختار" ہیں۔ ادھر مولانا احمد رضا خاں صاحب کا ایک نام "المختار" ہے۔ ہم رضا خانیوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بتا دیں کہ ان کے نزدیک اس حدیث میں "المختار" سے مراد کون ہے؟

(پمفلٹ)

تعجب ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک غیب کا علم نہ کسی نبی کو دیا گیا اور نہ ولی کو (دیکھئے تقویۃ الایمان) انہیں یہ حدیث پیش کرتے ہوئے یہ بھی احساس نہ ہوا کہ یہ حدیث تو

[1] یہ ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء کا واقعہ ہے ـــــــ جس کا رد زیرِ نظر مقالہ کی صورت میں علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے قلمبند فرمایا ـــــــ طاہر

ہمارے عقیدے ہی کے خلاف ہے۔ اس میں تو آنے والے غیب کی خبر دی گئی ہے۔

(ب) کیا اس سے پہلے کسی محدث یا دیوبندی عالم نے یہ بیان کیا ہے کہ المختار سے مراد امام احمد رضا بریلوی ہیں اور اگر نہیں تو آپ کو دین میں یہ نئی بدعت نکالنے کی کس نے اجازت دی ہے؟

(ج) قیامت سے پہلے دجالوں کے ظہور کے بارے میں امام مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

كُلُّهُم يَزْعُمُ اَنَّهُ نَبِيٌّ

"ان میں سے ہر ایک کا گمان یہ ہوگا کہ وہ نبی ہے"

امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابنِ حبان کی روایت میں ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا گمان ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ "المختار" سے مراد امام احمد رضا بریلوی لینے والے بھی جانتے ہیں کہ امام اہلِ سنت کا برق بار قلم ہمیشہ ان لوگوں کے تعاقب میں رہا جو قصرِ نبوت میں نقب لگانا چاہتے تھے جیسے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین، یا جو ختمِ نبوت کا ایسا معنے بیان کرتے تھے جس کے اعتبار سے کسی نئے نبی کے آنے سے ختمِ نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"[2]

لہٰذا کہنے دیجئے کہ امام احمد رضا بریلوی کو دجال "المختار" کا مصداق قرار دینا حدیثِ پاک کی کھلی ہوئی تحریف ہے۔

یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ایک عقیدت مند پہلے خواب میں اور پھر بیداری میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اشرف علی رسول الله پڑھتا ہے اور درود شریف اس طرح پڑھتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلٰنَا اَشْرَف عَلِي۔ اس نے تھانوی صاحب کے نام اپنے مکتوب میں لکھا کہ زبان میرے قابو میں نہیں ہے۔ بجائے اس کے کہ جواب میں اسے توبہ و استغفار کی تلقین کی جاتی۔ تھانوی صاحب اسے لکھتے ہیں:

"اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالےٰ

۲۔ محمد قاسم نانوتوی، مولوی: تحذیر الناس، مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند، ص ۲۴

متبعِ سنت ہے۔"[3]

اللہ اکبر! اس کے باوجود انہیں اصرار ہے کہ حدیث شریف میں جس "المختار" کا ذکر ہے اس سے مراد احمد رضا خاں ہیں، کیا اس لئے کہ ان کے رشحاتِ قلم

☆ قهر الديان على مرتد بقاديان،

☆ السوء والعقاب،

☆ جزاء الله عدوه

وغیرہ رسائل و فتاویٰ نے مخالفینِ ختمِ نبوت کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کر رکھا ہے؟

(د) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی، امام ابو یعلےٰ کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد مسیلمہ کذاب، اسود عنسی وغیرہ کے ظہور کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ثم كان اول من خرج بعد هم المختار بن ابى عبيد الثقفى – ثم زين له الشيطن فادعى النبوة وزعم ان جبريل يأتيه۔[4]

"پھر ان کے بعد پہلا شخص مختار بن ابی عبید ثقفی تھا، شیطان نے اسے سبز باغ دکھائے تو اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ میرے پاس جبریلِ امین آتے ہیں"

حضرتِ اسماء بنت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حجاج بن یوسف کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قبیلۂ ثقیف میں ایک کذاب ہوگا اور ایک خونخوار، کذاب تو ہم دیکھ چکے، جہاں تک خونخوار کا تعلق ہے تو میری رائے میں وہ تم ہی ہو"۔[5]

امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"حضرتِ اسماء کا یہ فرمان کہ کذاب تو ہم دیکھ چکے، اس سے ان کی مراد مختار بن ابی عبید ثقفی ہے، وہ سخت جھوٹا تھا۔ اس کا بدترین جھوٹ اس کا یہ دعویٰ تھا

۳۔ اشرف علی تھانوی، مولوی: الامداد، ماہ صفر ۱۳۳۶ھ، امداد المطابع تھانہ بھون ص ۳۵

۴۔ محمد بن عبدالباقی زرقانی، امام: شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ، ج ۷، ص ۲۶۵

۵۔ مسلم بن حجاج القشیری، امام: مسلم شریف عربی، مکتبہ رشیدیہ دہلی، ج ۲، ص ۳۱۲

کہ جبریل امین علیہ السلام اس کے پاس آتے ہیں- علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس جگہ کذاب سے مراد مختار بن ابی عبید ثقفی اور مبیر (خونخوار) سے مراد حجاج بن یوسف ہے-"[6]

(۲)

کہتے ہیں امام احمد رضا خاں صاحب کا رنگ بہت سیاہ تھا اور خان صاحب کے مخالفین ان کو اس روسیاہی پر عار دلایا کرتے تھے- ماخوذ البریلویہ ص ۱۴----- (پمفلٹ)

جن لوگوں کے دل عشقِ رسالت سے محرومیت کے سبب سیاہ ہو چکے تھے، ان کی نگاہوں کا اندھیرا تھا جسے انہوں نے امام احمد رضا بریلوی کے رنگ کی سیاہی سے تعبیر کر دیا- ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں:

"حضرت والا (امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ) بلند قامت، خورد و لور سرخ و سفید رنگ کے مالک تھے، داڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی-"[6]

مشہور ادیب اور نقاد نیاز فتحپوری نے آپ کی زیارت کی تھی، وہ لکھتے ہیں:

"ان کا نورِ علم ان کے چہرے بشرے سے ہویدا تھا، فروتنی، خاکساری کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا-"[7]

پھر لطف کی بات یہ کہ اس جھوٹ کے لیے بدنامِ زمانہ کتاب البریلویۃ کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں افتراء پردازیوں کا طومار باندھ دیا گیا ہے- اور جو اہل علم کے ہاں کسی وقعت کی حامل نہیں ہے- البریلویۃ کا جواب "اندھیرے سے اجالے تک" کے نام سے چھپ چکا ہے-

(۳)

احمد رضا خاں نے وفات سے ۲ گھنٹے ۱۷ منٹ پہلے یہ وصیت کی:

"تم سب محبت اور اتفاق سے رہو اور حتی الامکان (حتی الامکان) اتباعِ شریعت نہ چھوڑو (نہ چھوڑو) اور میرا دین جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر

---

[6] یحییٰ ابن شرف نووی، امام: شرح مسلم عربی، ج ۲، ص ۳۱۲

[7] محمد مسعود احمد، پروفیسر: افتتاحیہ خیابانِ رضا، طبع لاہور، ص ۱۷

مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے-"

(وصایا شریف ص ۳) (پمفلٹ)

اس وصیت پر کیا اعتراض ہے؟ اس کا کوئی تذکرہ نہیں، دراصل یہ نافہمی کا کرشمہ ہے، دین نام ہے اسلامی عقائد کا، امام احمد رضا بریلوی نے اپنی کتابوں میں جن عقائد کا بیان کیا ہے وہ وہی عقائد ہیں جو چودہ سو سال سے امتِ مسلمہ کے چلے آرہے ہیں، ان اسلامی عقائد پر قائم رہنا بہر حال ضروری ہے، جبر و اکراہ کی صورت میں بھی تصدیق قلبی کا برقرار رہنا ضروری ہے اور شریعت عملی احکام کو کہتے ہیں جن پر بقدر طاقت عمل کیا جائے گا-

لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا (البقرہ ۲- الآیہ ۲۸۶)

(۴)

آئینۂ تحریرات (نقلِ کفر کفر نباشد)

خدا ناچنا تھرکتا ہے- (پمفلٹ)

معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بصیرت کی طرح بصارت بھی زائل ہو چکی ہے ورنہ اتنا بڑا جھوٹ نہ بولتے- امام احمد رضا بریلوی نے جو عقیدہ دوسروں کا نقل کیا ہے وہ ان کے ذمہ لگا دیا گیا ہے، انہوں نے فرمایا: "وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے" اسکے بعد متعدد اوصاف گنوائے جو اللہ تعالیٰ کے لئے دیوبندی اور وہابی مکتبِ فکر کے مطابق ممکن ہیں، مخالفین نے سیاق و سباق دیکھے بغیر جڑ دیا کہ احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک معاذ اللہ! خدا ناچتا تھرکتا ہے- حیرت ہے کہ "نقلِ کفر کفر نباشد" زیرِ عنوان نقل کرنے کے باوجود امام احمد رضا بریلوی نے جو وہابیوں کا قول نقل کیا تھا وہ ان کے سر تھوپ دیا- پھر امام احمد رضا خاں بریلوی نے تو وہابیہ سے یہ نقل کیا تھا کہ:

"وہ (خدا) جس کا بہکنا، بھولنا------ حتی کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے"

جاہل ناقل نے اسے صرف ممکن نہیں رہنے دیا بلکہ یہ تبدیلی کر دی کہ اللہ تعالیٰ ان اوصاف کے ساتھ بالفعل موصوف ہے (خدا ناچتا تھرکتا ہے)-

دراصل ۲۵ راگست ۱۸۸۹ء کو دیوبندی مکتبِ فکر کے شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب نے اخبار نظام الملک میں ایک بیان دیا:

"چوری، شراب خوری، جہل، ظلم سے معارضہ کم فہمی، یہ کلیہ ہے کہ جو
مقدور العبد ہے، مقدور اللہ ہے۔"[8]

اس کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بندہ کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے۔ اس پر رد کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی نے متعدد اوصاف اور عیوب گنوائے جو انسان کر سکتا ہے، مذکورہ بیان کے مطابق وہ سب کام اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے۔ "فتاویٰ رضویہ" (مطبوعہ فیصل آباد) ج ا ص ۹۱ ے پر اسی قاعدہ کلیہ کے مطابق فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے نزدیک خدا ایسے کہتے ہیں:

"وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان، زمان، جہت، ماہیت ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعتِ حقیقیہ کے قبیل سے اور صریح کفروں کے ساتھ گننے کے قابل ہے ---- ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، اونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتّٰے کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے ---- یہ ہے وہابیہ کا خدا، کیا خدا ایسا ہوتا ہے؟"[9]

غور کیجئے کہ اس عبارت کا نہ تو ابتدائی حصہ نقل کیا نہ آخری بلکہ درمیان سے عبارت نقل کر دی ہے، پھر ہر ایک وصف پر نمبر بھی لگا ہوا تھا اسے بھی نقل نہیں کیا، کیوں؟ اس لئے کہ پوری عبارت نقل کر دیتے تو خیانت فوراً کھل جاتی، اتنی دیدہ دلیری تو کبھی دیکھی نہ سنی۔

ع چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

(۵)

"حضور ﷺ کے بعد رسالت کا دروازہ کھلا ہے"

اعلیٰ حضرت نے حدائق بخشش حصہ دوم ص ۲ ے پر فرمایا: ؎

انجام وے آغاز رسالت باشد ایک گو ہم تابع عبدالقادر

(ترجمہ) حضرت شیخ عبدالقادر کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہو گا اور وہ نیا رسول بھی حضرت شیخ جیلانی کا تابع ہو گا۔ (پمفلٹ)

مشہور مقولہ ہے کہ من لم یعرف الفقه فقد صنف فیه "جسے فقہ آتی ہی نہیں وہ فقہ کی کتاب کا مصنف بن بیٹھا" اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ جن لوگوں میں امام احمد رضا بریلوی

۸ ۔ احمد رضا بریلوی، امام: سبحان السبوح، نوری کتب خانہ، لاہور، ص ۳-۱۴۲

۹ ۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ فیصل آباد، ج ا، ص ۹۱ ے

رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھنے کی لیاقت ہی نہیں، وہ بھی ان پر نکتہ چینی اور طعن و تشنیع ضروری خیال کرتے ہیں۔

دراصل مذکورہ شعر ایک رباعی کا حصہ ہے جو دو شعروں پر مشتمل ہے، اس کا دوسرا شعر نقل کیا گیا ہے، پہلا کیوں چھوڑ دیا؟ اس لئے کہ دوسرے شعر کا من گھڑت مطلب بیان کر دیا جائے، پہلے شعر کا مطلب پلے ہی نہ پڑا، مکمل رباعی یہ ہے۔

بر وحدتِ او رابع عبدالقادر یک شاہد و دو سابع عبدالقادر
انجام وے آغاز رسالت باشد ایک گو ہم تابع عبدالقادر

اس رباعی میں حضرتِ محبوبِ سبحانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نامِ نامی عبدالقادر کے لطائف کی طرف اشارہ ہے، جس کا چوتھا اور ساتواں حرف الف ہے اور آخری حرف راء ہے، اسی حرف کو انجام سے تعبیر کیا ہے۔

(ترجمہ رباعی) (۱) اللہ تعالیٰ کی وحدت پر ایک شاہد عبدالقادر کا چوتھا حرف (الف) اور دوسرا شاہد ساتواں حرف (الف) ہے۔

(۲) اس نامِ مبارک کا آخری حرف (راء) لفظِ رسالت کا پہلا حرف ہے، یہ کہو کہ یہ نکات عبدالقادر (نام) کے تابع ہیں (اور اس سے مستفاد ہیں)

یوں بھی یہ حقیقت ہے کہ مقامِ ولایت کی جہاں انتہاء ہے وہاں سے مقامِ نبوت و رسالت کی ابتداء ہے، سچ ہے کہ ؎

چوں ندیدند حقیقت، رہِ افسانہ زدند

نبوت کا کھلا ہوا دروازہ دیکھنا ہو تو "تحذیر الناس" کا مطالعہ کیجئے جس کی ایک عبارت اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

(۶)

"انبیاء علیہم السلام مزارات میں عورتوں سے صحبت کرتے ہیں"

انبیاء علیہم السلام کی قبورِ مطہرہ میں ازواجِ مطہرات پیش کی جاتی ہیں، وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں (نعوذ باللہ! اس سے بڑی گستاخی اور کیا ہو گی) (پمفلٹ)

اس جگہ چند امور قابلِ توجہ ہیں:

۱ علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا، اس سے صرف اتنا مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے؟ امام احمد رضا بریلوی نے اپنے طور پر یہ بات نہیں کہی بلکہ حضرت علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی "شارح مواہب لدنیہ" سے نقل کی ہے اور علامہ زرقانی نے یہ بات علامہ ابن عقیل حنبلی سے نقل کی ہے ملاحظہ ہو "شرح مواہب لدنیہ للزرقانی" (مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ) ج ۶، ص ۱۹۶، اس ثبوت کے بعد امام احمد رضا بریلوی پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں رہتی۔

۲ یہ کہنا کہ "انبیاء علیہم السلام مزارات میں عورتوں سے صحبت کرتے ہیں" خود ساختہ عبارت ہے، اسے امام احمد رضا بریلوی کی طرف منسوب کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے، انہوں نے جو کچھ نقل کیا ہے، ازواج مطہرات کی نسبت ہے، مطلقاً عورتوں کے بارے میں نہیں ہے، نیز انہوں نے ہرگز یہ نقل نہیں کیا کہ "عورتوں سے صحبت کرتے ہیں" ان کا بیان ہے کہ "وہ ان سے شب باشی فرماتے ہیں" اور شب باشی کا معنی رات گزارنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب، عبدالماجد دریابادی کے نام ایک مکتوب میں ایک سے زائد بیویوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"صرف دو چیزوں میں عدل واجب ہے------ایک شب باشی، اس میں اختیار ہے کہ مضاجعت (ایک جگہ لیٹنا) ہو یا نہ ہو، مباضعت (عمل زوجیت) ہو یا نہ ہو، دوسری چیز انفاق۔"[۱۰]

اس عبارت نے یہ بات صاف کر دی کہ شب باشی کا معنی ایک جگہ پر رات گزارنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس کے لئے عمل زوجیت ضروری نہیں۔

حدیث شریف میں ہے :

وَاَیُّکُم مِثلِی اِنِّی اَبِیتُ یُطعِمُنِی رَبِّی وَیَسقِینِی ۔[۱۱]

"تم میں سے میری مثل کون ہے؟ میں رات گزارتا ہوں، میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔"

۱۰۔ عبدالماجد دریابادی : حکیم الامت، ص ۱۷۳

۱۱۔ مسلم شریف عربی، مطبع رشیدیہ دہلی، ج ۱ ص ۳۵۱

۳ حیات انبیاء علیہم السلام بعد از وصال کا مسئلہ علماء دیوبند کے نزدیک بھی مسلّم ہے، المہند جس پر دیوبندی مکتب فکر کے چوبیس بڑے بڑے علماء کے دستخط ہیں، اس میں لکھتے ہیں :-

"ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ------برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو"[۱۲]

غور کیجئے جب انبیاء کرام علیہم السلام دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور دنیاوی زندگی میں امہات المومنین سے ملاقات فرماتے رہے اور جنت میں بھی ملاقات فرمائیں گے تو اگر ابن عقیل حنبلی نے عالم برزخ میں ملاقات کا ذکر کر دیا تو اس میں گستاخی کا کونسا پہلو ہے؟ جب کہ عالم برزخ میں بھی آپ کی زندگی دنیا کی سی ہے۔

۴ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے سوانح نگار عزیز الحسن، "اشرف السوانح" میں تھانوی صاحب کے پردادا محمد فرید صاحب کی ڈاکوؤں سے مقابلہ کرتے ہوئے وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا، شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا اگر تم کسی سے ظاہر نہ کرو گی تو اس طرح سے روز آیا کریں گے، لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں؟ اس لئے ظاہر کر دیا اور آپ تشریف نہیں لائے یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۔"[۱۳]

تھانوی صاحب کے پردادا کی یہ کرامت اور یہ تصرف کہ انہوں نے وفات کے بعد عالم برزخ نے عالم دنیا کا فاصلہ طے کر کے نہ صرف اپنی بیوی سے ملاقات کی بلکہ اسے مٹھائی بھی کھلائی، پھر یہ خواب کا معاملہ نہیں بلکہ جیتی جاگتی آنکھوں کے سامنے کا واقعہ ہے،

۱۲۔ خلیل احمد انبیٹھوی، مولوی : المہند، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، ص ۱۳

۱۳۔ عزیز الحسن، مولوی : اشرف السوانح، کتب خانہ اشرفیہ دہلی، ج ۱، ص ۱۲

یہ تو سب تسلیم، مگر انبیاء کرام کی عالم برزخ ہی میں ازواج مطہرات سے ملاقات قابلِ تسلیم نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے:

''نعوذ باللہ! اس سے بڑی گستاخی اور کیا ہو گی۔''

تو گویا تھانوی صاحب کے پردادا کی اپنی بیوی سے ملاقات کا تذکرہ تو اور بھی بڑی گستاخی ہو گی کیونکہ ان کے لئے ایک جہان سے دوسرے جہان میں آکر ملاقات ثابت کی جا رہی ہے، پھر اشرف السوانح کے مرتب کو یہ الزام کیوں نہیں دیا جاتا کہ اس نے اتنی بڑی گستاخی کیوں کی؟

(۷)

''حضور ﷺ شکاری کے روپ میں آئے تھے'':

احمد یار خاں نے ''جاء الحق'' ص ۱۷۵ پر لکھا ہے، حضور نے فرمایا: میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں، شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر شکار کرتا ہے، اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصد ہے۔ (پمفلٹ)

جناب مفتی صاحب یہ بیان فرما رہے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ:

قد جاءکم من اللہ نور وّ کتاب مبین (الآیۃ)

میں نور کا مصداق ہیں۔ محبوب رب العالمین ہیں، امام الانبیاء والمرسلین ہیں، اس عظمت و جلالت کے باوجود فرماتے ہیں۔

انما انا بشر مثلکم (الآیۃ)

اس میں حکمت یہ تھی کہ کفار اور مشرکین کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود تھا تاکہ وہ قریب آئیں اور دولتِ ایمان سے مشرف ہوں۔ حضرت رومی فرماتے ہیں ؎

زاں سبب فرمود خود را مثلکم　　　تا بجرد آیند و گم گردند ہم

اس حقیقت کو بیان کرنے کے لیے ایک مثال بیان کی کہ شکاری، جانوروں کی سی آواز نکالتا ہے، اس سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شکار قریب آجائے، مثال کے بیان سے کسی بات کو عام فہم انداز میں بیان کرنا مقصود ہوتا ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ جس چیز کے لئے مثال دی جا رہی ہے، مثال اس کا عین ہے اور ہو بہو اس پر صادق آتی ہے۔ مفتی صاحب کا

مقصد صرف اس حقیقت کو مثال سے واضح کرنا ہے کہ کسی کو قریب کرنے کے لئے اس جیسی آواز نکالی جاتی ہے انہوں نے حضور انور ﷺ کے لئے شکاری کا لفظ قطعاً استعمال نہیں کیا۔

شاید بعض لوگوں کو یہ مطلب سمجھ نہ آئے۔ اس لئے ایک مثال سے سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک دفعہ کسی نے مولوی قاسم نانوتوی صاحب سے وعظ کہنے کی درخواست کی اور اصرار کیا، اس کے جواب میں انہوں نے کہا:۔

''وعظ ہم لوگوں کا کام نہیں اور نہ ہمارا وعظ کچھ مؤثر ہو سکتا ہے، وعظ کا کام تھا مولانا اسمٰعیل صاحب شہید کا اور انہی کا وعظ مؤثر بھی تھا۔ دیکھو اگر کسی کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو تو اس کے قلب میں اس وقت تک بے چینی رہتی ہے جب تک وہ ان سے فراغت حاصل نہ کرلے اور اگر وہ کسی سے باتوں میں بھی مشغول ہوتا ہے یا کسی ضروری کام میں لگا ہوتا ہے تو اس وقت بھی اس کے قلب میں پاخانہ پیشاب ہی کا تقاضا ہوتا ہے اور طبیعت اس کی اسی کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جلد سے جلد اس کام سے فراغت پا کر قضائے حاجت کے لئے جاؤں۔

سو واعظ کی اہلیتِ وعظ اور اس کے وعظ کی تاثیر کے لئے کم از کم اتنا تقاضائے ہدایت تو ضرور ہونا چاہئے جتنا کہ پاخانہ پیشاب کا اگر اتنا بھی نہ ہو تو واعظ وعظ کا اہل ہے اور نہ اس کا وعظ مؤثر ہو سکتا ہے۔ ہم لوگوں کے قلوب میں ہدایت کا اتنا تقاضا بھی نہیں جتنا کہ پاخانہ پیشاب کا اس لئے نہ ہم وعظ کے اہل ہیں اور نہ ہمارا وعظ مؤثر ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ تقاضا مولوی اسمٰعیل صاحب کے دل میں پورے طور پر موجود تھا اور جب تک وہ ہدایت نہ کر لیتے تھے ان کو چین نہ آتا تھا۔''[۱۴]

اب اگر کوئی ستم ظریف یہ کہہ دے کہ نانوتوی صاحب نے دہلوی صاحب کے وعظ فرمانے کو قضائے حاجت قرار دیا ہے، تو کیا کوئی دیوبندی اسے تسلیم کرے گا؟ مقصد صرف یہ واضح کرنا ہے کہ مثال کو بعینہٖ ممثل لہٗ (جس کی مثال دی گئی ہے) پر چسپاں کر دینا صحیح نہیں ہے۔

۱۴۔ اشرف علی تھانوی، مولوی: ارواح ثلاثہ (حکایاتِ اولیاء) دارالاشاعت، کراچی، ص ۲۵۲

(۸)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں بدترین گستاخی۔"

حضرتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کرتے ہوئے احمد رضا خاں صاحب "حدائقِ بخشش" حصہ سوم ص ۳۷ پر رقمطراز ہیں :۔

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لیکن
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

توبہ، نعوذ باللہ یہ گستاخ۔ عاشق کہلاتے ہیں، خدارا غور کریں۔ (پمفلٹ)

ناظرین کرام! اِس پر ایک لطیفہ سُن لیں، ایک شخص کے سر پر شاعری کا بھوت سوار ہوا تو اس نے یہ لاجواب شعر کہا:

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا
کہ عشق آساں نمود اوّل، ولے افتاد مشکلہا!

اسے یہ فکر نہیں تھی کہ دونوں مصرعوں کا وزن بھی صحیح ہوا ہے یا نہیں، اور یہ تو اسے خبر ہی نہ تھی کہ زلیخا مولانا جامی کی تصنیف ہے اور دوسرا مصرعہ حافظِ شیرازی کا ہے، اس نے یہ دونوں چیزیں شیخ سعدی کے کھاتے میں ڈال دیں اور اس پر خوش کہ شاندار شعر بن گیا۔ بس یہی حال معترضین کا ہے، انہیں یہ علم ہی نہیں کہ "حدائقِ بخشش" حصہ سوم امام احمد رضا بریلوی کی تصنیف یا ترتیب نہیں اور نہ ہی ان کی زندگی میں شائع ہوا۔ یہ حصہ مولانا محبوب علی خاں نے ترتیب دیا اور امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے دو سال بعد شائع کیا۔ مولانا محبوب علی خاں نے ابتدائیہ کے ص ۱۰ پر ۲۹ ذی الحجہ الحرام ۱۳۴۲ھ کی تاریخ درج کی ہے جب کہ امام احمد رضا کا وصال ۱۳۴۰ھ ماہِ صفر میں ہو چکا تھا۔

مولانا محبوب علی خاں صاحب سے تیسرے حصہ کی ترتیب و اشاعت میں واضح طور پر چند فروگزاشتیں ہوئیں :

۱ انہوں نے اِس حصہ کا نام "حدائقِ بخشش" حصہ سوم رکھا، صرف یہی نہیں بلکہ ٹائیٹل

پر ۱۳۲۵ھ کا سن بھی درج کر دیا۔ حالانکہ "حدائقِ بخشش" صرف پہلے دو حصوں کا تاریخی نام تھا جو ۱۳۲۵ھ میں مرتب ہوئے، تیسرا حصہ تو ۱۳۴۲ھ بلکہ اس کے بھی بعد شائع ہوا۔

۲ انہوں نے مسودہ نابھہ سٹیم پریس، نابھہ کے سپرد کر دیا۔ پریس والوں نے خود ہی کتابت کروائی اور خود ہی چھاپ دیا، مولانا نے اس کے پروف بھی نہیں پڑھے، کاتب نے دانستہ یا نادانستہ چند اشعار جو بالکل الگ تھے، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں کہے گئے اشعار کے ساتھ ملا کر لکھ دیئے۔

اِن غلطیوں کا خمیازہ انہیں یوں بھگتنا پڑا کہ خطیبِ مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی نے ممبئی کے ایک ہفت روزہ میں ایک مراسلہ شائع کروادیا اور مولانا محبوب علی خاں کو اس غلطی کی طرف متوجہ کیا۔

مخالفین کو جونہی یہ خبر ہوئی دیوبندی مکتب فکر کی طرف سے شدومد کے ساتھ یہ مہم چلائی گئی کہ مولانا محبوب علی خاں نے حضرتِ ام المؤمنین کی شان میں گستاخی کی ہے اس لئے انہیں ممبئی کی جامع مسجد سے برطرف کیا جائے۔

ادھر مولانا محبوب علی خاں کی صاف دلی اور پاک نفسی دیکھئے کہ جو کچھ ہوا اُس میں ان کے قصد و ارادہ کا کوئی دخل نہیں تھا۔ تمام تر غلطی کاتب اور پریس والوں کی تھی، اس کے باوجود انہوں نے رسالہ "سُنّی" لکھنؤ اور روزنامہ "انقلاب" میں اپنا توبہ نامہ چھپوایا اور بار بار زبانی توبہ بھی کی، اعلانِ توبہ ملاحظہ ہو :۔

"حدائقِ بخشش حصہ سوم ص ۳۷ و ۳۸ میں بے ترتیبی سے اشعار شائع ہو گئے تھے، اس غلطی سے بارہا فقیر اپنی توبہ شائع کر چکا ہے، خدا اور رسول، جل جلالہ و ﷺ فقیر کی توبہ قبول فرمائیں، آمین ثم آمین اور سنّی مسلمان بھائی خدا اور رسول کے لئے معاف فرمائیں، جل جلالہ و ﷺ۔"[۱۵]

اس تفصیل سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی پر گستاخی کا الزام کسی طرح بھی درست نہیں، بلکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ اِس حقیقت پر اس سے بڑی شہادت اور کیا ہوگی کہ تیسرا حصہ چھپنے کے بعد مخالف کیمپ کی طرف سے تمام تر اعتراضات کی بوچھاڑ مولانا محبوب علی خاں پر تھی جو تیسرے حصہ کے مرتب کنندہ تھے۔

۱۵۔ محمد عزیز الرحمٰن بہاولپوری، مولانا: فیصلہ شرعیہ قرآنیہ، ص ۳۲-۳۱

کسی ایک دیوبندی عالم نے بھی گستاخی کا الزام اعلیٰ حضرت پر نہ لگایا- لہٰذا کہنے دیجئے کہ آج اعلیٰ حضرت پر گستاخی کا الزام لگانے والا فتنہ پرور اور افتراء پرداز ہے- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "فیصلہ مقدسہ"، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور-

دراصل اعلیٰ حضرت بریلوی نے "صراطِ مستقیم"، "تقویۃ الایمان"، "تحذیر الناس"، "حفظ الایمان" اور "براہین قاطعہ" وغیرہ کتب کی گستاخانہ عبارات کا جو سخت محاسبہ کیا تھا ان عبارات سے توبہ کرنے کی بجائے جوابی کاروائی کے طور پر ان کے خلاف گستاخ ہونے کا بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جاتا ہے-

"صراطِ مستقیم" میں صاف لکھ دیا کہ :-

"اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتماب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے"[۱۶]

"حفظ الایمان" میں یہاں تک لکھ دیا :-

"پھر آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے حاصل ہے"[۱۷]

"براہینِ قاطعہ" میں ہے :-

"الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلاف نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نصِ قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے-"[۱۸]

۱۶- محمد اسماعیل دہلوی، مولوی : صراطِ مستقیم اردو، مطبوعہ کراچی، ص ۱۳۶
۱۷- محمد اشرف علی تھانوی، مولوی : حفظ الایمان، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند، ص ۸
۱۸- محمد اشرف علی تھانوی، مولوی : براہین قاطعہ، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، ص ۵۵

یہ اور اس قسم کی دیگر عبارات پر امام احمد رضا بریلوی نے گرفت کی اور رجوع اور توبہ کا مطالبہ کیا، یہی وہ جرم تھا جس کی بنا پر آئے دن ان پر بے بنیاد الزام لگائے جاتے ہیں-

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "دعوتِ فکر" مرتبہ مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری جس میں اصل کتابوں کے صفحات کے عکس دے گئے ہیں-

اب ذرا دل تھام کر چشمِ حیرت سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیں، تھانوی صاحب اپنے مکتوب "الخطوب المذیبہ" میں لکھتے ہیں :-

"ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں، میرا ذہن معاً اس طرف منتقل ہوا (کہ کم سن بیوی ملے گی) اس مناسبت سے کہ حضور ﷺ نے حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب نکاح کیا تھا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرتِ عائشہ بہت کم عمر تھیں، وہی قصہ یہاں ہے-"[۱۹]

یہ خواب تھانوی صاحب کی دوسری بیوی کی آمد سے پہلے کا ہے جو ان کی شاگرد بھی تھیں، ان کی آمد کے بعد کا خواب بھی ملاحظہ کیجئے، تھانوی صاحب کے انتہائی عقیدت مند عبد الماجد دریابادی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :-

"پرسوں شب گھر میں ایک عجیب خواب دیکھا، دیکھا کہ مدینہ منورہ کی مسجد قبا میں حاضر ہیں، وہیں جناب (تھانوی صاحب) کی چھوٹی بیوی صاحبہ بھی ہیں، یہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں، انہوں نے دریافت فرمایا "رسول اللہ ﷺ کی تصویر دیکھو گی"؟ انہوں نے بڑے اشتیاق کے ساتھ کہا "ضرور!" اتنے میں کسی نے کہا کہ "یہ تو عائشہ صدیقہ ہیں"، اب یہ بڑے غور سے انکی طرف دیکھ رہے ہیں کہ صورت شکل، وضع و لباس چھوٹی بیوی صاحبہ کا ہے، یہ حضرتِ صدیقہ کیسے ہو گئیں؟ اتنے میں پھر کسی نے کہا نہیں یہ حضور کی بہو ہیں- اب یہ اپنے دل میں اور بھی حیرت کر رہے ہیں کہ حضور کے تو کوئی صاحبزادہ ہی نہ تھے تو بہو کیسی؟ اتنے میں پھر آواز آئی کہ ہر کلمہ گو حضور کی اولاد ہے اور مولانا اشرف علی جیسے بزرگ تو خاص الخاص اولادِ حضور ہیں، ان کی

۱۹- محمد اشرف علی تھانوی، مولوی : الخطوب المذیبہ، ص ۱۵

بیوی حضور کی بہو کہلائیں گی۔"[20]

تھانوی صاحب اس مکتوب کے جواب میں لکھتے ہیں :-

"کسی کا حضرت عائشہ کہنا اشارہ ہے وراثت فی بعض الاوصاف (الاوصاف) کی طرف۔"[21]

ان دو خوابوں کے ساتھ ساتھ ایک تیسرا خواب بھی پیش نظر رہے جس کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے کہ تھانوی صاحب کا ایک مرید تھانوی صاحب کا کلمہ پڑھتا ہے، تھانوی صاحب پر براہِ راست درود بھیجتا ہے اور تھانوی صاحب اسے لکھتے ہیں :-

"اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔"[22]

اب ذرا ایک لمحہ کے لیے رک کر خوابوں کے اس تسلسل پر غور کیجئے کہ :

☆ پہلے خواب میں ام المؤمنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آمد کی خبر سے تھانوی صاحب کا ذہن فوراً دوسری بیوی کی طرف جاتا ہے۔

☆ دوسرے خواب میں دوسری بیوی کو عائشہ صدیقہ کہا گیا۔

☆ پھر مرید، تھانوی صاحب کا کلمہ پڑھتا ہے۔

آخر یہ کس منزل کی طرف پیش قدمی ہے ؟ اور ایسی خوابوں کا شائع کرنا اور ان پر مہر تصدیق ثبت کرنا کیا حضرتِ ام المؤمنین کی شان میں گستاخی نہیں ہے ؟

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی یوں سرزنش فرماتے ہیں:-

واقعہ ڈھالیں ماں کا آنا — زن کا ذہن لڑاتے یہ ہیں
جن پر لاکھوں مائیں تصدق — تعبیر ان کی بناتے یہ ہیں
وہ تو مسلمانوں کی ماں ہیں — کب اسلام رکھاتے یہ ہیں[23]

۲۰۔ عبدالماجد دریابادی : حکیم الامت، ایم ثنا الدین، لاہور، ص ۹-۵۳۸
۲۱۔ عبدالماجد دریابادی : حکیم الامت، ایم ثنا الدین، لاہور، ص ۵۳۹
۲۲۔ اشرف علی تھانوی، مولوی : الامداد، صفر ۱۳۳۶ھ، ص ۳۵
۲۳۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام : الاستمداد، مکتبہ نبویہ، لاہور، ص ۸۵

(۹)

"ہر ولی مُرید کی منی کے قطرے حمل میں گرتے دیکھتا ہے۔"

ولی کامل کی شان بیان کرتے ہوئے نجم الرحمن حوالہ صاعقۃ الرحمن پر لکھا ہے :-

"کسی عورت کی شرمگاہ میں کوئی نطفہ قرار نہیں پکڑتا مگر وہ کامل اس کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔"

نیز اعلیٰ حضرت نے ملفوظات حصہ نمبر ۲ ص ۴۹ پر ذکر کیا ہے کہ سید احمد سلجماسی جب بیوی سے ہمبستری کر رہے تھے تو سیدی عبدالعزیز دباغ ان کے پاس خالی پلنگ پر حاضر تھے اور فرمایا کہ کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں، ہر آن ساتھ ہے۔" (پمفلٹ)

ہمارے سامنے حضرتِ علامہ مولانا غلام محمود قدس سرہ، پپلاں، ضلع میانوالی کی تصنیفِ لطیف "نجم الرحمن" (مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور) موجود ہے اس کے ص ۵۰ بلکہ پوری کتاب میں یہ عبارت نہیں ہے لہذا اس غلط بیانی کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے، پھر اس دروغ بافی کا کیا علاج کہ سرخی جمائی جا رہی ہے کہ "ہر ولی مرید کی الخ" پر نقل کردہ دونوں عبارتوں میں سے کسی میں یہ نہیں ہے کہ ہر ولی دیکھتا ہے۔ یاد رکھئے کہ جھوٹے پروپیگنڈے سے کسی قوم کو حقیقی سربلندی حاصل نہیں ہو سکتی۔

"ملفوظات" کی نقل کردہ عبارت میں امام احمد رضا بریلوی اس کے ناقل ہیں اور ناقل کی ذمہ داری یہ ہے کہ حوالہ دکھا دے چنانچہ یہ واقعہ حضرتِ علامہ احمد بن مبارک سلجماسی نے "الابریز" عربی (مطبوعہ مصطفےٰ البابی، مصر) کے ص ۳۴ پر نقل کیا ہے۔

اس کے علاوہ یہ کشف کا معاملہ ہے اور معتزلہ اگرچہ اولیاء کاملین کیلئے کشف کے منکر ہیں مگر اہلِ سنت اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء و اولیاء کے لئے بیشمار اشیاء کو منکشف فرما دیتا ہے اور بسا اوقات ان کے قصد و ارادہ کا دخل بھی نہیں ہوتا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد باری تعالیٰ :

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الآیۃ)

کی تفسیر میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کو ملکوتِ سماوی و ارضی کا مشاہدہ کرایا تو انہوں نے ایک شخص کو بدکاری میں مصروف دیکھا۔

آپ نے اس کے خلاف دعا فرمائی تو وہ ہلاک ہو گیا، پھر دوسرے شخص کو دیکھا اور اس کے خلاف دعا کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں فرمایا ابراہیم! تم مستجاب الدعوۃ ہو، میرے بندوں کے خلاف دعا نہ کرو۔"۲۴؎

انصاف سے بتایئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیا کہا جائیگا؟ امیر شاہ خان صاحب کی یہ حکایت بھی چشم عبرت سے پڑھئے :۔

"شاہ ولی اللہ صاحب جب بطنِ مادر میں تھے تو ان کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب ایک دن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے اور مراقب ہوئے اور اوارک بہت تیز تھا، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تمہاری زوجہ حاملہ ہے اور اس کے پیٹ میں قطب الاقطاب ہے، اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔"۲۵؎

اسی کتاب میں نانوتوی صاحب کے حوالے سے شاہ عبدالرحیم ولایتی کے مرید عبداللہ خان کے بارے میں لکھا ہے :۔

"ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور وہ تعویذ لینے آتا تو آپ فرما دیا کرتے تھے کہ تیرے گھر میں لڑکی ہو گی یا لڑکا، اور جو آپ بتلا دیتے تھے وہی ہوتا تھا۔"۲۶؎

ایمان سے کہئے کہ جن لوگوں کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کو بھی ما فی الارحام کا علم نہیں دیا گیا وہ کس طرح ان حکایات کو لہک لہک کر بیان کرتے ہیں؟ آخر کو شاہ ولی اللہ صاحب اور عبداللہ خان صاحب کی کرامت جو بیان کرنا تھی، جن لوگوں کو غوثِ زمانہ سیدی عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کشف پر اعتراض ہے، حالانکہ ان کا مقصد ایک غیر شرعی عمل سے منع کرنا تھا۔ اظہارِ کشف مقصود نہ تھا وہ عبداللہ خاں صاحب کے عورتوں کے رحموں میں جھانک کر لڑکا یا لڑکی معلوم کر لینے پر معترض کیوں نہیں ہوتے؟ پھر یہ عمل ایک آدھ مرتبہ کا نہ تھا "آپ فرما دیا کرتے تھے" کے الفاظ تو تسلسل اور تواتر کی نشاندھی کرتے ہیں۔

۲۴۔ ثناء اللہ پانی پتی، قاضی: تفسیر مظہری عربی، ندوۃ المصنفین، دہلی، ج ۳، ص ۲۵۷
۲۵۔ اشرف علی تھانوی، مولوی: حکایاتِ اولیاء، دارالاشاعت، کراچی، ص ۲۷
۲۶۔ ایضاً: ص ۲۰۰

(۱۰)

نماز میں غیر عورت کی شرمگاہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے "فتاویٰ رضویہ" ج ا ص ۷۵-۴۷ پر فرمایا:
نماز میں بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر جا پڑے جب بھی نماز و وضو میں کوئی خلل نہیں، اگر قصداً بھی ایسا کرے تو مکروہ ضرور ہے، نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (پمفلٹ)

اس جھوٹ اور فریب کاری کو بے نقاب کرنے کے لئے اصل عبارت کا نقل کر دینا کافی ہے، امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :۔

"نماز میں اگر بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر جا پڑے جب بھی نماز و وضو میں خلل نہیں، مگر عورت کی مائیں بیٹیاں اس پر حرام ہو جائیں گی جب کہ فرج داخل پر نظر بشہوت پڑی ہو اور اگر قصداً ایسا کرے تو سخت گناہ ہے مگر نماز و وضو جب بھی باطل نہ ہوں گے۔"۲۷؎

حیرت ہے کہ اس صاف اور صریح عبارت میں مذموم عزائم کے پیش نظر کس طرح کھلی خیانت سے کام لیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ "نظر جا پڑے" اس کا واضح مطلب ہے کہ قصد و ارادہ کے بغیر نظر پڑ جائے، قصد و ارادہ سے دیکھنے کا ذکر انہوں نے بعد میں صراحت کے ساتھ کیا ہے، مگر یہ صاحب "دیکھنے میں کوئی حرج نہیں" کہہ کر یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ قصداً دیکھنے کی بات ہو رہی ہے۔ پھر انہوں نے تصریح فرما دی کہ عورت کی مائیں بیٹیاں اس پر حرام ہو جائیں گی اور قصداً ایسا کرے تو سخت گناہ ہے۔ اس کے باوجود امام احمد رضا بریلوی پر افتراء کیا جا رہا ہے کہ ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے فالی اللّٰہ المشتکیٰ۔

اب لگے ہاتھوں آپ بھی ان کا ایک مسئلہ ملاحظہ کر لیں۔ دیوبندی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :۔

"مسئلہ: کسی پر غسل فرض ہو اور پردے کی جگہ نہیں تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ مرد کو مردوں کے سامنے برہنہ ہو کر نہانا واجب ہے اسی طرح عورت کو عورت کے سامنے بھی نہانا واجب ہے۔"۲۸؎

۲۷۔ احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ فیصل آباد، ج ا، ص ۷۵
۲۸۔ اشرف علی تھانوی، مولوی: بہشتی گوہر حصہ یازدہم، ملک دین محمد، لاہور، ص ۱۶

اب اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہے کہ اگر پردے کی جگہ نہ ہونے کی صورت میں کوئی چادر باندھ کر نہالے یا دوسرے آدمی کو کہے کہ تو منہ دوسری طرف کر کے کھڑا ہو جا، تا کہ میں غسل کر لوں تو وہ واجب کا تارک ہوگا اور امامت و شہادت کے لائق نہ ہوگا۔

(۱۱)

نماز میں عضوِ مخصوص کے تناؤ سے ازار بند ٹوٹ گیا۔

اعلیٰ حضرت کا تقویٰ بیان کرتے ہوئے ان کے خلیفہ فرماتے ہیں،

"المیزان" احمد رضا نمبر ص ۲۳۴:۔

"امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ قعدۂ اخیر میں بعد تشہد "حرکتِ نفس" سے میرے انگرکھے کا ازار بند ٹوٹ گیا تھا۔ چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے آپ لوگوں کو نہیں کہا اور گھر جا کر، بند درست کرا کر اپنی نماز احتیاطاً پھر پڑھ لی۔"

(پمفلٹ)

اخلاقی دیوالیہ پن کی انتہاء اس سے بڑھ کر کیا ہو گی؟ ایسی خیانتوں پر تو تہذیب و شرافت بھی سر پیٹ کر رہ جاتی ہیں، انگرکھا شیروانی کی طرز کی ایک پوشاک کا نام ہے، مولوی فیروز الدین صاحب اردو کی مشہور لغات میں لکھتے ہیں:

"انگرکھا (ان گر کھا) ایک قسم کا مردانہ لباس، قبا"۲۹۔

اور نَفس (فاء کے فتحہ کے ساتھ) سانس کو کہتے ہیں، پاسِ انفاس صوفیہ کی معروف اصطلاح ہے۔ ہوا یہ کہ سانس کی آمد و رفت سے قبا کا بٹن یا بند ٹوٹ گیا، باوجودیکہ نماز تشہد پر پوری ہو چکی تھی، پھر بھی امام احمد رضا بریلوی نے احتیاطاً نماز دوبارہ پڑھ لی۔ مگر برا ہو بدبینی اور بُری نیت کا کہ وہ کسی اور ہی چکر میں ہے۔ ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ یہ عضوِ مخصوص اور ازار بند کس لفظ کا معنیٰ ہے؟

اگر آپ کو ایسی ہی شہوانی باتوں کا شوق ہے تو "بہشتی زیور" کا بابِ طب پڑھ لیجئے یا "دیوبندی حکایاتِ اولیاء" کا مطالعہ کیجئے، آپ کے ذوق کی تسکین کا بہت سا سامان مل جائے گا، ذرا ملاحظہ کیجئے:

"مولانا (نانوتوی صاحب) بچوں سے ہنستے بولتے بھی تھے اور جلال الدین

۲۹۔ فیروز الدین، مولوی: فیروز اللغات اردو فیروز سنز، لاہور، ص ۱۳۲

صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب صاحب جو اس وقت بالکل بچے تھے بڑی ہنسی کیا کرتے تھے، کبھی ٹوپی اتار تے، کبھی کمر بند کھول دیتے تھے۔"۳۰۔

"حکایات اولیاء" ص ۳۳۹ اور "تذکرۃ الرشید" (مطبوعہ مکتبہ بحر العلوم کراچی) ج ۲، ص ۲۸۹ کا مطالعہ کر لیجئے، آپ کو مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی صاحب کے روابط کا اندازہ ہو جائے گا، مجھے تو ان شرمناک حوالوں کے نقل کرنے سے بھی حجاب محسوس ہوتا ہے۔

(۱۲)

"اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔"

مولانا کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا ہے کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔

(وصایا بریلوی، ترتیب حسنین رضا، ص ۲۴)

علماء اہل سنت معصوم نہیں کہ ان سے غلطی کا صدور ہی نہ ہو سکے، اس کے ساتھ ہی ان کا خاصہ ہے کہ جب انہیں آگاہ کیا گیا تو انہوں نے توبہ اور رجوع کرنے میں عار محسوس نہیں کی بلکہ اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے اعلانیہ توبہ سے بھی گریز نہیں کیا۔ جب کہ دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے ہمیشہ اسے اپنی انا کا مسئلہ بنایا اور توبہ سے گریز کیا۔

"حدائق بخشش" حصۂ سوم کے مرتب مولانا محبوب علی خاں کی توبہ کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ "وصایا شریف" کے مرتب مولانا حسنین رضا خاں کا بیان ملاحظہ ہو جو "قہر خداوندی"، مطبوعہ ممبئی ۱۳۵۵ھ اور "ضمیمہ ایمان افروز وصایا" میں چھپ چکا ہے، انہوں نے فرمایا:

"اس مضمون کا عنوان بیان غلط شائع ہو گیا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب ایک وہابی تھا اس کی وہابیت ظاہر ہونے پر اس کو نکال دیا گیا اور اہم کاموں میں میری مصروفیت و مشغولیت کے سبب یہ رسالہ بغیر تصحیح کے شائع ہو گیا۔"

اصل عبارت یہ تھی:۔

"زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اتباعِ سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان

۳۰۔ اشرف علی تھانوی، مولوی: حکایات اولیاء، ص ۳۱۷

اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آ گیا، یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم تھے۔"

اس عبارت کو وہابی کاتب نے تحریف کر کے لکھ ڈالا مگر چونکہ میری غفلت و بے توجہی اس میں شامل ہے، اس لئے میں مخالفوں کا احسان مانتے ہوئے کہ انہوں نے اس عبارت پر مجھے مطلع کر دیا، (عدو شود سبب خیر اگر خدا خواہد) اپنی غفلت سے توبہ کرتا ہوں اور سنّی مسلمانوں کو اعلان کرتا ہوں کہ وصایا شریف کے ص ۲۴ میں اس عبارت کو کاٹ کر عبارت مذکورہ بالا لکھیں، طبع آئندہ میں انشاء اللہ اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔۳۱

مخالفین اس کے باوجود بار بار اس عبارت کا حوالہ دے رہے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ تو خود اپنی کوتاہیوں پر توبہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی کسی کو توبہ کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں، گویا ان کے نزدیک سورج مغرب سے طلوع ہو چکا ہے اور توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے، **نعوذ باللہ من ذلک**۔

(۱۳)

"اعلیٰ حضرت نے صدیقِ اکبر کی شان پائی۔"

شاہ احمد نورانی صاحب کے والد صاحب نے اعلیٰ حضرت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا، "سوانح اعلیٰ حضرت" ص ۱۴۸:

؎ عیاں ہے شانِ صدیقی تمہارے صدق و تقویٰ سے
کہوں کیوں کر نہ اتقٰی جب کہ خیر الاتقیاء تم ہو

(پمفلٹ)

اس شعر کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ امام احمد رضا بریلوی صدق و تقویٰ میں شانِ صدیقی کے مظہر ہیں، یہ سراسر غلط بیانی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے صدیقِ اکبر کی شان پائی

محمد جعفر تھانیسری، سید احمد بریلوی کے دو خلیفوں مولوی عبدالحی صاحب اور مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"یہ دونوں بزرگ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ

۳۱۔ یٰسین اختر اعظمی، مولانا: ضمیمہ وصایا شریف (طبع مرید کے) ص ۳۵

تعالیٰ عنہما کی مانند آپ کے یارِ غار اور جاں نثار تھے۔"۳۲

دونوں بزرگ تو شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مانند ہوئے، خود سید صاحب کس کی مانند ہوئے، خود ہی سوچ لیں۔

یہی تھانیسری صاحب، سید صاحب کی شان میں ایک قصیدہ نقل کرتے ہیں جس میں یہ اشعار بھی ہیں ؎

صدق میں ثانیٔ اثنین کی مانند قوی
جد اور جہد میں اسلام کے ثانیٔ عمر
شرم میں حضرتِ عثمان ساجوں بحرِ حیا
اور صف جنگ میں ہم طرزِ علی صفدر ۳۳

کہہ دیجئے کہ ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ سید صاحب نے خلفاء راشدین کی شان پائی ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی وفات پر مولوی محمود حسن صاحب کا مرثیہ پڑھئے، صاف معلوم ہو جائے گا کہ مبالغہ اور غلوِ مذموم کے مراتب کس طرح طے کئے گئے ہیں، چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں ؎

مُردوں کو زندہ کیا، زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم ۳۴

انصاف سے بتایئے کہ کیا یہ کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چیلنج نہیں ہے؟

قبولیت اسے کہتے ہیں، مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سُود کا ان کے لقب ہے یوسفِ ثانی
(ص ۱۱)

جس کے کالے کلوٹے غلاموں کا لقب یوسفِ ثانی ہو اس کے گورے چٹے غلاموں اور خود اس کا کیا مقام ہو گا؟ کیا یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بارگاہ میں گستاخی نہیں ہے؟

۳۲۔ محمد جعفر تھانیسری: حیاتِ سید احمد شہید، نفیس اکیڈمی، کراچی، ص ۲۹۵
۳۳۔ محمد جعفر تھانیسری: حیاتِ سید احمد شہید، نفیس اکیڈمی، کراچی، ص ۲۹۵
۳۴۔ محمود حسن، مولوی: مرثیہ، مطبع بلالی ساڈھورہ، ص ۳۳

وفاتِ سرورِ عالم کا نقشہ آپ کی رحلت تھی
ہستی گر نظیر ہستی محبوب سبحانی
وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہئے عجب کیا ہے
شہادت نے تہجد میں قدم بوسی کی گر ٹھانی
(ص ۱۶)

قسم ہے آپ کو ربِ ذوالجلال کی! انصاف و دیانت سے بتایئے کہ گنگوہی صاحب کو صاف لفظوں میں صدیق اور فاروق نہیں کہا گیا؟ جب انسان دین اور دیانت کو خیر باد کہہ دیتا ہے تو اسے دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے، اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا-

مدرسہ دیوبند کے مدرسِ اول مولوی محمود حسن صاحب نے مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی شان میں ایک اور قصیدہ لکھا ہے اس کے اشعار ملاحظہ ہوں جنہیں پڑھ کر ایک مسلمان کا دل لرز اٹھے ؎

سامریانِ زمانہ سے بچایا دیں کو
میں تو کہتا ہوں کہ ہیں موسیٰ عمراں دونوں ۳۵
قاسم خیر و رشید احمد ذیشاں دونوں
ہیں مسیحائے زماں یوسفِ کنعاں دونوں
(ص ۴)

دیکھیں کس جرأت اور بے باکی سے دونوں کو موسیٰ عمران، مسیحائے زماں اور یوسفِ کنعاں کہا جا رہا ہے، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک-

اسی پر بس نہیں، یہاں تک کہہ دیا ؎

وہ تناسب کہ تھا مابین خلیل و خاتم
رکھتے عیسیٰ سے ہیں یہ مہدیٔ دوراں دونوں
(ص ۴)

یعنی یہ دونوں مہدی دوراں ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے ہیں اور جو تناسب سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء حبیبِ خدا ﷺ کے درمیان تھا وہی ان

۳۵- محمود حسن، مولوی: قصیدہ مدحیہ، بلالی پریس ساڈھورہ، ص ۲

دونوں کے درمیان ہے، دل تھام کر بتایئے کہ ان اشعار کو گستاخی کے کس درجہ میں قرار دیں گے؟

(۱۴-۱۵)

آخر میں تجانب اہل سنت اور مسلم لیگ کی زرّیں بخیہ دری کے حوالے سے علامہ اقبال اور قائد اعظم کے بارے میں چند عبارات نقل کر کے اپنا دل ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی گئی ہے- حالانکہ یہ کتابیں چند حضرات کی ذاتی وانفرادی رائے پر مبنی ہیں، جمہور سواد اعظم اہل سنت وجماعت کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے، چند افراد کی ذاتی رائے کی ذمہ داری پوری جماعت پر نہیں ڈالی جا سکتی-

غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک مکتوب تحریر کردہ ۲۹/ اکتوبر ۱۹۸۴ء میں تحریر فرماتے ہیں:-

"تجانب اہل السنہ" کسی غیر معروف شخص کی تصنیف ہے جو ہمارے نزدیک قطعاً قابلِ اعتماد نہیں ہے لہذا اہلِ سنت کے مسلمات میں اس کتاب کو شامل کرنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کا کوئی حوالہ ہم پر حجت نہیں ہے، سالہا سال سے یہ وضاحت اہلِ سنت کی طرف سے ہو چکی ہے کہ ہم اس کے کسی حوالہ کے ذمہ دار نہیں-"

سید احمد سعید کاظمی

یاد رہے کہ بعض حضرات اگر مسلم لیگ سے اختلاف رکھتے تھے تو انہیں کانگریس سے بھی کوئی ہمدردی نہ تھی بلکہ کانگریس کے بھی شدید ترین مخالف تھے- اس کے برعکس علماء دیوبند کی اکثریت نہ صرف مسلم لیگ کی مخالف تھی بلکہ کانگریس کی کٹر حامی تھی-

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

☆ مقدمہ "اکابر تحریک پاکستان" از جناب سید محمد فاروق القادری-
☆ "تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" از چوہدری حبیب احمد-
☆ "علامہ محمد اقبال اور پاکستان" از جناب راجا رشید محمود-

جہاں تک علماء اہل سنت کا تعلق ہے انہوں نے من حیث الجماعت تحریک

پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کردی تھیں اور آل انڈیا سنی کانفرنس، مارچ ۱۹۴۶ء، تحریک پاکستان کے لئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس	از	مولانا جلال الدین قادری
تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم	از	پروفیسر محمد مسعود احمد
اکابر تحریک پاکستان، دو جلد	از	محمد صادق قصوری ۳۶

۳۶- زیر نظر مقالہ پہلی بار، صفر المظفر ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء میں انجمن رضائے مصطفےٰ، چاہ میراں، لاہور نے شائع کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیس الوہیت ---- اور امام احمد رضا بریلوی

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز چودھویں صدی ہجری کے وہ یکتائے روزگار عالم دین ہیں کہ تبحر علمی، وسعت علوم، قوت استدلال اور کثرت تصانیف میں ان کے معاصرین سے لے کر آج تک دنیا بھر میں کوئی ان کا مد مقابل دکھائی نہیں دیتا۔ پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں ان کی تصانیف ہمارے دعوے پر شاہد عادل ہیں، جس موضوع پر قلم اٹھایا اس پر دلائل کے انبار لگا دیے، ان کی کسی بھی تصنیف کا مطالعہ کر لیجئے یوں محسوس ہو گا کہ ایک عرصہ کی تحقیق اور مطالعہ کے بعد یہ تصنیف تیار ہوئی ہو گی، حالانکہ وہ جس موضوع پر لکھتے تھے قلم برداشتہ لکھتے چلے جاتے تھے۔

امام احمد رضا بریلوی نے جو کچھ لکھا اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کی رضا و خوشنودی کے پیش نظر لکھا، نام و نمود سے قطعاً غرض نہ رکھی، یہی وجہ تھی کہ ان کی تصانیف مکمل طور پر آج تک شائع نہیں ہو سکیں، ورنہ وہ چاہتے تو اپنے صاحب ثروت عقیدتمندوں سے امداد لے کر اپنی زندگی میں ہی اپنی تمام تصانیف شائع کروا دیتے، ایک دفعہ کسی امیر کبیر عقیدت مند نے آپ کی دعوت کی جسے آپ نے قبول کر لیا، ایک صاحب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ دیا کہ اب تو فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا انتظام ہو جائے گا، یہ بات آپ کے گوش گزار کی گئی تو آپ نے دعوت ہی منسوخ کر دی، لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اخلاص ضائع نہیں جاتا، اخلاص ہی کی برکت ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا بریلوی کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے اور محققین ان کی نگارشات اور ان کے کارناموں کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں، دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں ان پر تحقیقی کام کیا جا رہا ہے ---- بے شک

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ

"یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔"

آج جب کہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی پر بہت کام ہو چکا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کی تحقیقات کے بہت سے پہلوؤں پر کام کا آغاز بھی نہیں ہوا۔ ضرورت

اس امر کی ہے کہ قدیم اور جدید علوم کے ماہرین کا ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جو آپ کی تمام تصانیف کا جائزہ لے اور ان پر تحقیق کرے، اور اس تحقیق کو اردو، عربی، اور انگریزی میں شائع کیا جائے، تب علمی دنیا کو امام احمد رضا بریلوی کے علمی مقام سے صحیح طور پر روشناس کرایا جاسکے گا۔

امام احمد رضا بریلوی نے تمام عمر فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ دیا، ان کی نادر تحقیقات "فتاویٰ رضویہ" کی بارہ جلدوں میں دیکھی جاسکتی ہیں، اس کے علاوہ ان کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب، سید العالمین ﷺ کی محبت کی شمعیں فروزاں کیں اور ناموس الوہیت اور عظمت رسالت کی حفاظت کے لئے مردانہ وار علمی اور قلمی جہاد کیا، یہ وہ کارنامے ہیں، جنہیں ان کے مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں، اور ان موضوعات پر کافی تحقیق بھی کی جاچکی ہے۔

آج کی اس بابرکت نشست میں مختصر طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ امام احمد رضا بریلوی نے اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تمجید کے بارے میں بھی کچھ کم کام نہیں کیا، اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کیا جائے تو مبسوط مقالہ تیار کیا جاسکتا ہے۔

حضرات گرامی!

☆ کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کائنات کی وہ عظیم اور بیش بہا نعمت ہے جس کو تصدیق و ایقان اور تسلیم و رضا سے قبول کر کے پڑھتے ہی کافر مسلمان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا مستحق، ابدی نعمتوں کا حق دار قرار پاتا ہے۔ لیکن مسلمان کی زندگی میں یہ پہلا مرحلہ ہے۔

☆ دوسرا مرحلہ جو تمام زندگی پر حاوی ہونا چاہیے وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کی سب سے زیادہ محبت و عقیدت اور وابستگی اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک ﷺ سے ہو۔

مشاہدہ ہے کہ انسان کو جس کسی سے والہانہ محبت ہو اس کے حق میں معمولی سی توہین و تنقیص برداشت نہیں کر سکتا، تو جس ذات اقدس پر ایمان لایا ہے اور جس کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کی ہے اس کے بارے میں ذرہ سی گستاخی، معمولی سی توہین کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ اگر برداشت کر سکتا ہے تو وہ دعوائے محبت و ایمان میں جھوٹا ہے، محبت کا تو

بنیادی تقاضا ہی یہ ہے کہ آدمی اپنی جان کی بازی لگادے مگر محبوب حقیقی کی آن پر حرف نہ آنے دے۔

☆ بندۂ مومن کی زندگی کا تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کے احکام اور فرامین پر دل و جان سے عمل پیرا ہو اور اسے اپنی سعادت جانے۔

حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ رباعی پڑھا کرتی تھیں۔

تَعْصِی الْاِلٰہَ وَ اَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ
هٰذَا لَعَمْرِی فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٌ
لَوْ کَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

☆ تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے باوجود اس کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔
☆ زندگی دینے والے کی قسم! یہ طرز عمل تو نہایت عجیب ہے۔
☆ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو رب کریم کی اطاعت کرتا۔
☆ سچا محب تو محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

آیئے اس مسلمہ حقیقت کی روشنی میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کی حیات مبارکہ کا جائزہ لیں۔

امام احمد رضا بریلوی ۱۰/شوال ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے، آپ نے اپنی ولادت باسعادت کی تاریخ اس آیت کریمہ سے استخراج فرمائی:

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ

"یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی۔"

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"بحمد اللہ تعالیٰ بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے اور میرے بچوں اور بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوت اعداء اللہ گھٹی میں پلادی گئی ہے،

اور بفضلہ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔"

أُولٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الإيمَانَ

بحمد اللہ تعالیٰ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہو گا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — دوسرے پر لکھا ہو گا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ — جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم — اور بحمد اللہ ہر بدمذہب پر فتح پائی۔ [1]

یہ نعمتِ عظمیٰ اور یہ سعادتِ کبریٰ اللہ تعالیٰ کے حبیب، سید الانبیاء ﷺ کے ذریعے سے میسر ہوئی۔

اے رضاؔ یہ فیض ہے احمد پاک کا
ورنہ ہم کیا جانتے خدا کون ہے؟

ظاہر ہے کہ جس کے دل پر ایمان نقش ہو چکا ہو وہ عظمتِ الٰہی جل مجدہ اور ناموس مصطفےٰ ﷺ کی پاسبانی کے لئے شمشیر بے نیام ہو گا اور معمولی سی گستاخی برداشت کرنے کا روادار نہیں ہو گا، یہی امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابِ زندگی کا طرۂ امتیاز ہے۔

عملی طور پر دیکھئے تو امام احمد رضا بریلوی کی زندگی، اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی اکرم سرورِ دوعالم ﷺ کی تعلیمات اور سنتوں کی آئینہ دار ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تمجید کے بارے میں کیا علمی اور قلمی کام کیا ہے؟ اس کی ہلکی سی جھلک آپ اس مقالہ میں ملاحظہ فرمائیں گے، ورنہ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کیا جائے تو مبسوط مقالہ تیار ہو سکتا ہے۔

قدیم فلسفہ یونانی زبان سے عربی میں منتقل ہوا تو علماء اسلام نے اس کے غیر اسلامی افکار و نظریات کا رد کیا، امام حجۃ الاسلام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "تهافة الفلاسفة" میں ایسے بیس مسائل منتخب کر کے ان پر تنقید کی، بعد میں امام فخر الدین رازی اور دیگر علمائے اسلام نے فلاسفہ کی خرافات کو ہدفِ تنقید بنایا، دینی مدارس کے نصاب میں فلسفے کی کتابیں داخل کرنے کا مقصد ایک تو ان کی اصطلاحات سے واقفیت تھی، دوسرا مقصد یہ تھا کہ ان کے مخالفِ اسلام نظریات کا کھل کر رد کیا جائے۔

تاہم داخل نصاب کتب کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان سے دوسرا مقصد کما حقہ حاصل نہیں ہوتا — امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۳۸ھ میں

---

۱ — ظفر الدین بہاری، ملک العلماء : حیاتِ اعلیٰ حضرت (طبع کراچی)

"الكلمة الملهمة" لکھ کر اس ضرورت کو پورا کر دیا، اس میں انہوں نے فلاسفہ کے اکتیس مسائل منتخب کئے، جنہیں خود ان کے مسلمہ دلائل سے رد کیا۔

مقام اول میں فرماتے ہیں :

"اللہ عزوجل فاعل مختار ہے، اس کا فعل نہ کسی مرجح کا دست نگر نہ کسی استعداد کا پابند، یہ مقدمہ نظر ایمانی میں تو آپ ہی ضروری وبدیہی یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ ٥ --- فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ٥ --- لَهُ الْخِيَرَةُ ٥ --- یونہی عقل انسانی میں بھی آدمی اپنے ارادے کو دیکھ رہا ہے کہ دو متساویوں میں بے کسی مرجح کے آپ ہی تخصیص کر لیتا ہے، دو جام یکساں ایک صورت، ایک نظافت کے، دونوں میں ایک سا پانی بھرا ہو، اس سے ایک قرب پر رکھے ہوں، یہ پینا چاہے، ان میں سے جسے چاہے اٹھائے گا --- پھر اس فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ کے ارادہ کا کہنا؟" [2]

اس گفتگو کا ہدف فلاسفہ کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل ہے اور فاعل کی نسبت سب چیزوں کی طرف برابر ہے، لہذا دو برابر چیزوں میں سے کسی ایک کو اپنی طرف سے ترجیح نہیں دے سکتا، ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی جو محال ہے — اس باطل نظریے پر امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے معقول اور مدلل انداز میں بھرپور تنقید کی ہے جو اہل علم کے پڑھنے کے لائق ہے۔

دوسرے مقام میں فلاسفہ کے اس نظریے پر بحث کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف عقلِ اول کو پیدا کیا، باقی تمام جہان عقول کا پیدا کردہ ہے، امام احمد رضا بریلوی نے اسلامی عقیدہ یوں بیان کیا ہے۔

"عالم میں کوئی نہ فاعل موجب نہ فاعلِ مختار ---- فاعلِ مطلق و فاعل مختار ایک اللہ واحد قہار ---- یہ مسئلہ بھی نگاہِ ایمان میں بدیہیات سے ہے اور عقل سلیم خود حاکم کہ ممکن، آپ اپنے وجود میں محتاج ہے دوسرے پر کیا افاضۂ وجود کرے، دو حرف اس پر بھی لکھ دیں کہ راہِ ایمان سے یہ کانٹا بھی باذنہٖ عز وجل صاف ہو جائے۔" [3]

---

۲ — احمد رضا بریلوی، امام : الکلمۃ الملہمۃ (طبع ملتان) ص ۸

۳ — ایضاً : الکلمۃ الملہمۃ، ص ۲۲

اس کے بعد اس عقیدہ باطلہ کو بارہ وجوہ سے رد کیا، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو وہ دانش ایمانی و نورانی عطا فرمائی تھی جس کے سامنے کوئی باطل نظریہ نہیں ٹھہر سکتا تھا، ہندوستان کے معروف محقق اور قلم کار جناب شبیر احمد خاں غوری نے بجا طور پر اس کتاب کو "عہد حاضر کا تهافة الفلاسفة" قرار دیا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے فلسفۂ قدیمہ کے رد میں "الكلمة الملهمة" اور فلسفۂ جدیدہ (سائنس) کے رد میں "فوزمبین" لکھی، ان دونوں کتابوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

> مسلمان طلباء پر دونوں کتابوں کا بغور بالاستیعاب مطالعہ اہم ضروریات سے ہے کہ دونوں فلسفۂ مزخرفہ کی شناعتوں، جہالتوں، سفاہتوں، ضلالتوں پر مطلع رہیں اور بعونہ تعالیٰ عقائد حقہ اسلامیہ سے ان کے قدم متزلزل نہ ہوں [۴]
>
> ؎ چند خوانی حکمتِ یونانیاں   حکمتِ ایمانیاں را ہم خواں

مسئلہ امکان کذب

اللہ تعالیٰ جل مجدہ واجب الوجود ہے، اس کی صفات اس کی ذات کریم کے لیئے اس طرح ثابت ہیں کہ جدا نہیں ہو سکتیں، اللہ تعالیٰ کا کلام یقیناً صادق ہے، تو جس طرح صفتِ کلام اس سے جدا نہیں ہو سکتی اسی طرح سچائی اس کے کلام سے جدا نہیں ہو سکتی، لازمی بات ہے کہ اس کے کلام کے جھوٹا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، سلف سے لے کر خلف تک اہل اسلام کا یہی عقیدہ رہا ہے، لیکن ہندوستان میں فرنگی اقتدار کے دور میں جہاں دیگر اعتقادی فتنوں نے سر اٹھایا، وہاں یہ فتنہ بھی اٹھا کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، اگرچہ بولتا نہیں، ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ تقدیس الوہیت کے سراسر منافی تھا، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اسے کس طرح برداشت کر لیتے؟ چنانچہ اس عقیدہ باطلہ کے خلاف انہوں نے زبردست علمی اور قلمی جہاد کیا۔

امام احمد رضا بریلوی نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت، رفعتِ شان اور قدوسیت کے بیان کے لئے چھ رسائل تحریر کئے:

۴۔ احمد رضا بریلوی امام: الکلمۃ الملہمہ، ص ۶

۱۔ سُبحٰنَ السُّبُّوح عَن عَیبِ کَذِبٍ مَقبُوح ۔
جھوٹ ایسے قبیح عیب سے سُبُّوح و قدوس کی ذات پاک ہے۔

۲۔ مَزقِ تلبیس ادعائے تقدیس ۔
دعوائے تقدیس کے فریب کا پردہ چاک

۳۔ الهَیبَةُ الجَبَّارِیَّه عَلٰی جَهَالَةِ الأخبارِیَّه ۔
اخباری جہالت پر ربِ جبار کی ہیبت ۔۔۔۔ اخبار نظام الملک کے ضمیمہ کا رد۔

۴۔ پیکانِ جانگداز بر مکذبانِ بے نیاز۔
بے نیاز ہستی کی تکذیب کرنے والوں پر ہلاکت آفریں تیر۔

۵۔ دامانِ باغِ سبحٰن السُّبُّوح ۔
سُبحٰنَ السُّبُّوح کے باغ کا دامن (ضمیمہ)

۶۔ القَمعُ المُبِین لِآمالِ المُکَذِّبِین:
تکذیب کرنے والوں کی امیدوں کی واضح پامالی

۱۳۰۷ھ میں میرٹھ سے ابو محمد صادق علی مداح نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں استفتاء کیا کہ آج کل گنگوہ اور دیوبند کے علماء مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ کا تحریری اور تقریری طور پر اعلان کر رہے ہیں، "براہین قاطعہ" مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے چھپی ہے، جس کی تصدیق و تائید مولوی رشید احمد گنگوہی نے اول سے آخر تک بغور پڑھ کر کی ہے، اس میں لکھا ہے:

> "امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا، بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلفِ وعید جائز ہے یا نہیں؟" [۵]

سوال یہ ہے کہ یہ عقیدہ کیا ہے؟ اور اس کے قائل کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس استفتاء کا جواب بڑے سائز کے ایک سو چھ صفحات کے رسالے کی صورت میں دیا، اور اس کا تاریخی نام رکھا:

سُبحٰنَ السُّبُّوح عَن عَیبِ کَذِبٍ مَقبُوح (۱۳۰۷ھ)
"ذات سبوح جھوٹ ایسے قبیح عیب سے پاک ہے۔"

۵۔ خلیل احمد انبیٹھوی: براہین قاطعہ (طبع دیوبند) ص ۶

یہ رسالۂ مبارکہ ایک مقدمہ، چار تنزیہوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ :

اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں اسلامی عقیدہ۔

تنزیہ اول :

جلیل القدر علماء اسلام کی تیس عبارات نقل کیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جھوٹ کے محال ہونے پر تمام اہل سنت، اشاعرہ اور ماتریدیہ ہی نہیں بلکہ معتزلہ کا بھی اجماع ہے۔

تنزیہ دوم :

کذب باری تعالیٰ کے محال صریح ہونے پر تیس دلیلیں، جن میں سے پانچ ائمہ کرام اور علمائے عظام نے بیان کیں اور پچیس دلیلیں امام احمد رضا بریلوی نے پیش کیں۔

تنزیہ سوم :

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے رسالہ یک روزی پر چالیس تازیانے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے جھوٹ کے ممکن ہونے کا شوشہ اسی نے چھوڑا تھا۔

تنزیہ چہارم :

براہین قاطعہ میں کہا گیا کہ امکان کذب، خلاف وعید کی فرع ہے اس کے رد پر دس قاہر دلیلیں، ضمناً بیان کیے گئے دلائل بھی شمار کیے جائیں تو اکیس دلائل قاہرہ۔

خاتمہ :

امکان کذب کے قائلین کا حکم اور وہ یہ کہ ان کی صحبت کو آگ سمجھیں ان کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں، اگر نادانستہ پڑھ لی ہو تو دوبارہ پڑھیں۔ علمائے دین کی ایک جماعت کے مطابق ان پر متعدد وجوہ سے کفر لازم، مگر ہم محتاط علماء کی روش پر چلتے ہوئے انہیں کافر نہیں کہتے۔[6]

اس موضوع پر امام احمد رضا بریلوی کی جملہ تصنیفات کا مطالعہ کر لیجئے، ہر جگہ یقین

۶۔ احمد رضا بریلوی، امام: سبحان السبوح (نوری کتب خانہ، لاہور) ص ۳۔۱۰۳

راسخ کا جلوہ دکھائی دے گا، اور ایمانی انوار پھوٹتے ہوئے نظر آئیں گے۔ ایک عام فہم دلیل آپ بھی ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

"کتب حدیث و سیر کا مطالعہ کیجئے ------ بہت خوش نصیب، ذی عقل، لبیب صرف جمال جہاں آرائے حضور پر نور سید عالم، سرور اکرم ﷺ دیکھ کر ایمان لائے ------ کہ لَيْسَ هٰذَا وَجْهُ الْكَذَّابِيْنَ یہ منہ جھوٹ بولنے کا نہیں ------ اے شخص! یہ اس کے حبیب کا پیارا منہ تھا، جس پر خوبی بہار دو عالم نثار ﷺ ----- اور پاکی و قدوسی ہے اس کے وجہ کریم کے لئے ----- واللہ! اگر آج حجاب اتحاد یں تو ابھی کھلتا ہے کہ اس وجہ کریم پر امکان کذب کی تہمت کس قدر جھوٹی تھی --- مخالف اسے دلیل خطابی کہے، کہے، مگر میں اسے حجت ایقانی کا لقب دیتا اور مسلمان کی ہدایت ایمانی سے انصاف لیتا اور اپنے رب کے پاس اس دن کے لئے ودیعت رکھتا ہوں يَوْمَ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ - يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ[7] (جس دن سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا ---- جس دن مال کام آئے گا نہ بیٹے، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قلب سلیم لے کر حاضر ہوا)

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ دلائل دینے پر آتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ دلائل و براہین کا سیل رواں جاری ہے، تنقید کرتے ہیں تو مد مقابل بے بس، لاچار اور دم بخود کھڑا نظر آتا ہے، تازیانے برساتے ہیں تو جلال کی بجلیاں چمکتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں کہیں ناصحانہ اور مشفقانہ انداز اختیار کرتے ہیں تو حریر و پرنیاں کا سماں باندھ دیتے ہیں، غرض یہ کہ وہ ہر انداز اور ہر حربہ اختیار کرتے ہیں، تاکہ مخالفین میرے رب قدوس پر امکان کذب کا دھبہ لگانے سے باز آجائیں، نصیحت کا انداز ملاحظہ ہو! جس میں ادبی چاشنی بھی ہے اور اخلاص کی حلاوت بھی، فرماتے ہیں:

"ہاں اے وہ سوراخو! جو سر کے دونوں طرف گوہر سماعت کا کان بنے ہو ---- جس پر ہوا کی موجیں نیسان سخن سے بارور ہو کر مہین مہین پھوہار سے آوازوں کا جھالا برساتی ---- اور ان قدرتی سیپوں میں ان ننھی ننھی

۷۔ احمد رضا بریلوی، امام: سبحان السبوح، مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور، ص ۲۷

بوندیوں سے بننے کے موتی سناتی ہیں ---- کیا تم میں کوئی اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ (جو کان لگائے اور حاضر دل والا ہو) کے قابل نہیں؟

ہاں اے گوشت کے وہ صنوبری ٹکڑو! جو سینے کے بائیں پہلوؤں میں ملکِ بدن کے تخت نشین ہو ---- جن کی سرکار میں آنکھوں کے عرض بیگی، کانوں کے جاسوس بیرونی اخبار کے پرچے سناتے ---- اور خرد کے وزیر، فہم کے مشیر اپنی روشن تدبیر سے نظم و نسق کے بیڑے اٹھاتے ہیں ---- کیا تم میں کوئی يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ (جو بات کو سنتے ہیں اور بہترین بات کی پیروی کرتے ہیں) کا قائل نہیں؟

جان برادر! یقین جان، تعصبِ باطل و اصرارِ عاطل کا وبال شدید ہے ---- آج نہ کھلا تو کل کیا بعید ہے؟ [8]

اختلاف کا پس منظر اور پیش منظر

مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے "تقویۃ الایمان" میں لکھ دیا کہ:

"اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی وولی و جن وفرشتے جبرئیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے"

اس پر بطلِ حریت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ سرکار دوعالم ﷺ کی تمام صفاتِ کاملہ میں مثل اور نظیر محال ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس پس منظر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آپ کو یاد ہو کہ اصل بات کاہے پر چھڑی تھی، ذکر یہ تھا کہ حضور پُر نور سید المرسلین، خاتم النبیین، اکرم الاولین والآخرین ﷺ کا مثل و ہمسر، حضور کی جملہ صفاتِ کمالیہ میں شریک برابر محال ہے، کہ اللہ تعالیٰ حضور کو خاتم النبیین فرماتا ہے، اور ختمِ نبوت ناقابلِ شرکت تو امکانِ مثل، مستلزمِ کذبِ الٰہی اور کذبِ الٰہی محالِ عقلی۔

---

8 ـــ احمد رضا بریلوی، امام: سبحان السبوح، ص ۳۴

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِيْ مَحَاسِنِهٖ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

اس پر اس سفیہ نے جواب دیا کہ کذبِ الٰہی محال نہیں، ممکن ہے کہ خدا کی بات جھوٹی ہو جائے [9]

شہید جزیرۂ انڈیمان، علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "تقویۃ الایمان" کی مسئلۂ شفاعت اور امکانِ نظیر سے متعلق عبارت کے رد میں پہلے تین چار صفحات لکھے، مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے "یکروزہ" میں اس کا جواب دینے کی کوشش کی تو "تحقیق الفتوی" لکھی، اس کے جواب میں مولوی حیدر علی ٹونکی نے کچھ لکھا تو علامہ نے عظیم الشان کتاب "امتناع النظیر" لکھی، اس کتاب کی عظمت و جلالت اور دلائل کی قوت و فراوانی کا یہ عالم ہے کہ آج تک کسی بڑے سے بڑے عالم کو اس کا جواب دینے کی جرأت نہ ہو سکی۔

کچھ ایسا ہی حال امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف جلیل "سبحان السبوح" اور دیگر رسائل مبارکہ کا ہے کہ آج تک کسی کو ان کا جواب دینے کی ہمت نہیں ہو سکی، کہنے دیجئے کہ ان دونوں نابغۂ روزگار ہستیوں نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کا انسانی ہمت وطاقت کے مطابق حق ادا کر دیا۔

لدھیانہ کے مولوی محمد بن عبدالقادر نے ایک رسالہ تقدیس الرحمن عن الکذب والنقصان لکھا اور اس میں امکانِ کذب کا دلائل سے سخت رد کیا، حالانکہ وہ دیوبندی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔

مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے "انوار ساطعہ" میں لکھا:

"کوئی جنابِ باری عز اسمہٗ کو امکانِ کذب کا دھبا لگاتا ہے۔"

اس کا جواب دیتے ہوئے "براہین قاطعہ" میں کہا گیا کہ ہم نے یہ کوئی نیا مسئلہ تو نہیں نکالا خلفِ وعید میں تو قدیم اختلاف چلا آرہا ہے، اس سے پہلے گزر چکا کہ اول تو محققین اس کے قائل نہیں اور جو قائل ہیں وہ شدومد سے امکانِ کذب کا انکار کرتے ہیں، پھر یہ

---

9 ـــ احمد رضا بریلوی، امام: سبحان السبوح، ص ۸۹

جواب کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟---- خلف وعید کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن گناہوں پر سزا سنائی ہے انہیں معاف فرمادے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بے شمار مجرموں کو معاف فرمادے گا، اب اگر خلف وعید کا معنی جھوٹ ہے تو معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بالفعل جھوٹا ہو جائے گا، یقینی بات ہے کوئی مسلمان ایسا عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی، ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ واقع ہے، نعوذ باللہ تعالیٰ من ھذہ العقیدۃ الخبیثۃ، اس کے بارے میں مولوی رشید احمد گنگوہی سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس شخص کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے -اللہ اکبر! لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس سے بڑھ کر کیا اندھیر ہوگا اور کیا گمراہی ہوگی؟-

مولانا نذیر احمد خاں لکھتے ہیں:

رسالہ "صیانۃ الناس" مطبوعہ حدیقۃ العلوم، میرٹھ ۱۳۰۸ھ کے آخری ورق میں یہ فتویٰ مولوی رشید احمد گنگوہی کا مطبوع ہو چکا ہے اور ان کے ہاتھ کا اصل فتویٰ لکھا ہوا مع مہر کی ہوئی بھی ہمارے پاس موجود ہے اس کی عبارت تھوڑی سی یہ ہے۔

"بعض علماء وقوع خلف وعید کے قائل ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ خلف وعید خاص ہے اور کذب عام ہے، کیونکہ کذب بولتے ہیں خلاف واقع کو سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے، گاہ وعدہ، گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا جنس کو مستلزم ہے، اگر انسان ہوگا تو حیوان بالضرور ہوگا، لہذا وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے، اگرچہ ضمن کسی فرد کے ہو، پس بناء علیہ اوس ثالث کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے۔"[10]

اللہ تعالیٰ کی شان کریمی دیکھئے کہ ایسے لوگوں پر آسمان نہیں ٹوٹ پڑا- یاد رہے کہ "براہین قاطعہ" دراصل مولوی رشید احمد گنگوہی کی تصنیف تھی جو مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع ہوئی-

حکیم عبدالحی لکھنوی، مولوی رشید احمد گنگوہی کی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والبراھین القاطعۃ فی الرد علی الانوار الساطعۃ للمولوی

۱۰- نذیر احمد خان، مولانا: امطار الحق (طبع ممبئی) ص ۳۱

عبدالسمیع الرامفوری، طبع باسم الشیخ خلیل احمد السھارنفوری[11]

مولوی عبدالسمیع رامپوری کی تصنیف "انوار ساطعہ" کا رد "براہین قاطعہ" یہ کتاب مولوی خلیل احمد سہارنپوری کے نام سے چھپی-

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی جامعہ عباسیہ (اب جامعہ اسلامیہ) بہاولپور میں مدرس تھے، جونہی "براہین قاطعہ" چھپی، اس کی قابل اعتراض عبارات کی بناء پر علماء اہل سنت نے شدید رد عمل کا اظہار کیا- قصور کے نامور عالم، فاضل جلیل مولانا غلام دستگیر قصوری نے انبیٹھوی صاحب کو مناظرے کا چیلنج دیا، ماہ شوال ۱۳۰۶ھ میں بہاولپور جاکر مناظرہ کیا اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو شکست فاش دی، مناظرے کے حکم نواب محمد صادق عباسی، والئ ریاست بہاولپور کے پیرو مرشد حضرت خواجہ غلام فرید، چاچڑاں شریف تھے، انہوں نے فیصلہ دیا کہ دیوبندی علماء کے عقائد ان وہابی علماء سے ملتے ہیں جو برصغیر میں خلفشار کا باعث بنے ہوئے ہیں، اس فیصلے کے بعد نواب صاحب نے مولوی خلیل احمد کو ریاست سے نکل جانے کا حکم دے دیا-

اس مناظرہ کی روئداد "تقدیس الوکیل" کے نام سے چھپ چکی ہے، جس پر علماء حرمین شریفین کے علاوہ شیخ الدلائل مولانا عبدالحق مہاجر مکی اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی تصدیقات ثبت ہیں-[12]

استاذ زمن مولانا احمد حسن کانپوری نے امکان کذب کے رد میں رسالہ مبارکہ "تنزیہ الرحمٰن عن شائبۃ الکذب والنقصان" لکھا، اس کے جواب میں مولوی محمود حسن دیوبندی نے "جھد المقل" دو جلدوں میں لکھی، جس میں انہوں نے نہ صرف جھوٹ کو اللہ تعالیٰ کے لئے ممکن قرار دیا بلکہ تمام عیوب اور قبائح کو ممکن قرار دے دیا- چنانچہ لکھتے ہیں:

"افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ، مقدور باری، جملہ اہل حق تسلیم فرماتے ہیں، کیونکہ خرابی ہے تو اون کے صدور میں ہے، نفس

۱۱- عبدالحی لکھنوی، مورخ: نزھۃ الخواطر (طبع کراچی) ج ۸، ص ۱۵۱

۱۲- محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ: تذکرہ اکابر اہل سنت (مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور) ص ۳۰۸

مقدوریت میں اصلاً کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔[13]

ایسے ہی ایک قول پر امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی تیز تنقید ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

"کیسی صاف روشن تصریح ہے کہ نہ صرف کذب بلکہ ہر عیب و آلائش کا خدا میں آنا ممکن، واہ بہادر! کیا نیم گردشِ چشم میں تمام عقائدِ تنزیہ و تقدیس کی جڑ کاٹ گیا۔ عاجز، جاہل، احمق، کاہل، اندھا، بہرا، بکلا، گونگا، سب کچھ ہونا ممکن ٹھہرا، کھانا، پینا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، بیمار پڑنا چھ جننا، اونگھنا، سونا بلکہ مرجانا، مر کے پھر پیدا ہونا سب جائز ہو گیا۔

غرض اصولِ اسلام کے ہزاروں عقیدے جن پر مسلمانوں کے ہاتھ میں یہی دلیل تھی کہ مولیٰ عزّوجلّ پر نقص و عیب محال بالذات ہیں دفعۃً سب باطل و بے دلیل ہو کر رہ گئے۔[14]

مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی نے عربی میں

الصَّمصامُ القاضِب لِراسِ المُفترِی علَی اللّٰہِ الکَذِب

اور مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی نے

عُجالۃُ الرّاکِب فِی امتِناعِ کَذِبِ الواجِب

لکھ کر عقیدۂ امکانِ کذب کا ردِ بلیغ فرمایا۔

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے چھ قیمتی رسائل لکھ کر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عظمت و جلالت کے پرچم لہرا دئے۔ اور اس کی تنزیہ و تقدیس کے ایمان افروز بیانات سے مسلمانوں کے دلوں کو ہی نہیں دماغوں کو بھی روشن کر دیا۔ ان کے باطل شکن دلائل کا مطالعہ کرتے وقت روح پر اہتزازی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، بلاشبہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ اور دیگر عیوب و نقائص کو ممکن مان کر بلند بانگ دعوے کرنے والوں کے منہ میں لگام دیدی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبرِ انور پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔[15]

۱۲۔ محمود حسن، دیوبندی: جہد المقل (مطبع بلالی، ساڈھورہ) ج ۱، ص ۴۱

۱۳۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: سبحان السبوح، ص ۳۶

۱۵۔ زیرِ نظر مقالہ ۲۰ راگست ۱۹۹۲ء کو ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی کے زیرِ اہتمام امام احمد رضا بریلوی کانفرنس، منعقدہ تاج محل ہوٹل کراچی میں پڑھا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام احمد رضا بریلوی ---- اور ردّ قادیانیت

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین!

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) چودہویں صدی کے وہ عظیم عالم اور دنیائے اسلام کے نامور مفتی اور محدث ہیں جنہوں نے اپنی تمام زندگی عقائدِ اسلامیہ کا پہرہ دیتے ہوئے گزاری، ان کا قلم اس دور کے تمام اعتقادی فتنوں کا محاسبہ کرتا ہوا نظر آتا ہے، وہ اسلام کی عزت و حرمت اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے مقام و ناموس کے مقابل کسی بڑے سے بڑے صاحبِ جبہ و دستار کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ان کے بے لاگ فتووں اور غیرتِ ایمانی میں ڈوبی ہوئی تنقیدوں کو بعض طبقے شدت سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن انصاف پسند حضرات جب معاملے کا گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہیں، تو انہیں ان کے فیصلوں کی تصدیق کے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

مرزائیت موجودہ صدی میں اسلام کے خلاف وہ خوفناک سازش ہے جو ملتِ اسلامیہ کے لئے کینسر کی حیثیت رکھتی ہے، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف مرزائیت کے خلاف علمی اور قلمی جہاد کیا، بلکہ مرزائیت نوازوں کے خلاف بھی شمشیرِ بے نیام ثابت ہوئے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کفار اور گمراہ فرقے سچے خدا کو نہیں مانتے، اور جس خدا کا ذکر کرتے ہیں، وہ ان کا خود ساختہ خدا ہے، مرزائیوں کے خود ساختہ خدا کے کیا اوصاف ہیں؟ اس حوالے سے فرماتے ہیں:

"قادیانی ایسے کو خدا کہتا ہے:

-- جس نے چار سو جھوٹوں کو اپنا نبی کہا، ان سے جھوٹی پیشین گوئیاں کہلوائیں۔

-- جس نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ایسے کو عظیم الشان رسول بنایا جس کی نبوت پر اصلاً دلیل نہیں بلکہ اس کی نفیِ نبوت پر دلیل قائم جو (خاک بدہن ملعوناں) ولد الزنا تھا۔

☆☆ جس کی تین دادیاں، نانیاں زناکار کسبیاں، ایسے کو (خدا مانتا ہے)

☆☆ جس نے ایک بڑھئی کے بیٹے کو محض جھوٹ کہہ دیا کہ ہم نے بن باپ کے بنایا اور اس پر فخر کی ڈینگ ماری کہ یہ ہماری قدرت کی کیسی کھلی نشانی ہے؟

☆☆ ایسے کو (خدا مانتا ہے)

☆☆ جس نے ایک بد چلن عیاش کو اپنا نبی کیا۔

☆☆ جس نے ایک یہودی فتنہ گر کو اپنا رسول کر کے بھیجا۔

☆☆ جس کے پہلے فتنہ نے دنیا کو تباہ کر دیا۔

☆☆ ایسے کو (خدا مانتا ہے) جو اس (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو ایک بار دنیا میں لا کر دوبارہ لانے سے عاجز ہے۔

☆☆ وہ جس نے ایک شعبدہ باز کی مسمریزم والی مکروہ حرکات، قابل نفرت حرکات، جھوٹی بے ثبات کو اپنی آیات بینات بتایا۔[1]

☆☆ ایسے کو (خدا مانتا ہے) جس نے اپنا سب سے پیارا بروزی خاتم النبیین دوبارہ قادیان میں بھیجا، مگر اپنی جھوٹ، فریب، تمسخر ٹھٹول کی چالوں سے اس کے ساتھ بھی نہ چوکا، اس سے کہہ دیا:

تیری جورو کے اس حمل سے بیٹا ہوگا جو انبیاء کا چاند ہوگا، بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے، بروزی بے چارہ اس کے دھوکے میں آکر اسے اشتہاروں میں چھاپ بیٹھا، اسے تو یوں ملک بھر میں جھوٹا بننے کی ذلت ورسوائی اوڑھنے کے لئے یہ جل دیا اور جھٹ پٹ میں اُنٹی یہ کل پھرا دی، بیٹی بنا دی، بروزی بے چارہ کو اپنی غلط فہمی کا اقرار چھاپنا پڑا اور اب دوسرے پیٹ کا منتظر رہا۔ اب کی یہ مسخرگی کی کہ بیٹا دے کر امید دلائی اور ڈھائی برس کے بچے ہی کا دم نکال دیا، نہ نبیوں کا چاند بننے دیا، نہ بادشاہوں کو اس کے کپڑوں سے برکت لینے دی۔

غرض کہ اپنے چہیتے بروزی کا کذاب ہونا خوب اچھالا اور اس پر مزید یہ کہ

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (شیخ غلام علی، لاہور) ج ۱، ص ۷۳۲

عرش پر بیٹھا اس کی تعریفیں گا رہا ہے۔[2]

مرزائے قادیانی کی جھوٹی نبوت کو محمدی بیگم کی وجہ سے سخت دھچکا لگا، بقول مرزائے قادیانی اسے الہام ہوا کہ اپنی رشتے کی بہن احمدی بیگم کی بیٹی محمدی بیگم سے نکاح کا پیغام بھیجو، مرزا نے جھٹ پیغام بھیج دیا اور تشہیر بھی کر دی کہ میرا نکاح محمدی بیگم سے ہو کر رہے گا، اس کی بد قسمتی کہ پیغام نکاح رد کر دیا گیا، منت سماجت بھی کی مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات، مرزا صاحب دھمکیوں پر اتر آئے کہ اگر محمدی بیگم کا نکاح دوسری جگہ کر دیا گیا تو ڈھائی سال میں اس کا باپ مر جائے گا اور تین سال میں اس کا شوہر ہلاک ہو جائے گا یا اس کے برعکس ہوگا۔

ان سب کوششوں کا نتیجہ کیا نکلا؟ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے سنئے!

"اب قادیانی کے ساختہ خدا کو اور شرارت سوجھی، جھٹ بروزی (مرزا) کو وحی پھنسا دی کہ زَوَّجْنَاکَهَا محمدی (بیگم) سے ہم نے تیرا نکاح کر دیا، اب کیا تھا بروزی جی ایمان لے آئے کہ اب محمدی (بیگم) کہاں جا سکتی ہے؟ یوں جل دے کر بروزی مرزا کے منہ سے اسے اپنی منکوحہ چھپوا دیا، تاکہ وہ حد بھر ذلت جو ایک چمار بھی گوارا نہ کرے کہ اس کی جورو اور اس کے جیتے جی دوسرے کی بغل میں، یہ مرتے وقت بروزی کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہو اور رہتی دنیا تک پکارے کی فضیحت وخواری وبے عزتی وکذابی کا ملک میں ڈنکا ہوا۔"

ادھر تو عابد ومعبود کی یہ وحی بازی ہوئی، ادھر سلطان محمد آیا اور نہ عابد کی چلنے دی اور نہ معبود کی، بروزی جی کی آسمانی جورو سے بیاہ کر، ساتھ لے، یہ جادہ جا، چلتا بنا، ڈھائی تین برس پر موت کا وعدہ تھا، وہ بھی جھوٹا گیا، الٹے بروزی جی زمین کے نیچے چل بسے وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔

یہ ہے قادیانی اور اس کا ساختہ خدا، کیا وہ جانتا تھا یا اب اس کے پیرو جانتے ہیں؟ حَاشَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ[3]

---

[2] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (شیخ غلام علی، لاہور) ج ۱، ص ۷۳۲

[3] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (شیخ غلام علی، لاہور) ج ۱، ص ۷۳۴

مرزائیوں کے احکام

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

☆ قادیانی مرتد منافق ہیں ---- مرتد منافق وہ شخص ہے، جو کلمہ اسلام پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہے [4]

☆ قادیانی کے پیچھے نماز باطل محض ہے [5]

☆ قادیانی کو زکوٰۃ دینا حرام ہے اور اگر ان کو دے زکوٰۃ ادا نہ ہو گی [6]

☆ قادیانی مرتد ہے، اس کا ذبیحہ محض نجس و مردار، حرام قطعی ہے [7]

☆ مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب قادیانی کو مظلوم سمجھنے والا اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم و ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے [8]

۱۳۳۶ھ میں ایک استفتاء آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح مرزائی سے کر دیا ہے، حالانکہ اسے علم ہے کہ تمام علماء اسلام فتویٰ دے چکے ہیں کہ مرزائی کافر و ملحد ہیں، اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

"اگر ثابت ہو کہ وہ (لڑکی کا باپ) مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہے اس بنا پر یہ تقریب کی تو خود کافر و مرتد ہے، علمائے حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا:

مَن شکّ فی عذابہ و کفرہ فقد کفر

"جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔"

اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت و حیات کے سب علاقے اس سے قطع کر دیں۔

۴۔ احمد رضا بریلوی، امام: احکام شریعت (طبع کراچی) ج ۱ ص ۱۱۲
۵۔ احمد رضا بریلوی، امام: احکام شریعت (طبع کراچی) ج ۱ ص ۱۲۸
۶۔ احمد رضا بریلوی، امام: احکام شریعت (طبع کراچی) ج ۱ ص ۱۳۵
۷۔ احمد رضا بریلوی، امام: احکام شریعت (طبع کراچی) ج ۱ ص ۱۴۲
۸۔ احمد رضا بریلوی، امام: احکام شریعت (طبع کراچی) ج ۱ ص ۱۷۷

☆ بیمار پڑے پوچھنے کو جانا حرام

☆ مر جائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام

☆ اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام

☆ اس کی قبر پر جانا حرام [9]

۱۳۳۵ھ میں محمد عبدالواحد خاں، مسلم ممبئی اسلام پورہ نے سوال کیا کہ قادیانیوں سے کس پیرائے میں بحث کی جائے؟ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

"سب میں بھاری ذریعہ اس کے رد کا اول اول کلمات کفر پر گرفت ہے، جو اس کی تصانیف میں برساتی حشرات الارض کی طرح ابلے گبلے پھر رہے ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہینیں، عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں، ان کی ماں طیبہ طاہرہ پر طعن اور یہ کہنا کہ یہودی کے جو اعتراض عیسیٰ اور ان کی ماں پر ہیں ان کا جواب نہیں (اس کے علاوہ متعدد کفر گنوائے)

دوسرا بھاری ذریعہ ان خبیث پیشین گوئیوں کا جھوٹا پڑنا جن میں بہت چمکتے روشن حرفوں سے لکھنے کے قابل دو واقعے ہیں:

۱۔ لڑکے کی پیدائش کی خبر نشر کی، لیکن لڑکی پیدا ہوئی

۲۔ محمدی بیگم سے نکاح کی پیشین گوئی کی، لیکن وہ بھی جھوٹی ہوئی۔

غرض اس کے کفر حد و شمار سے باہر ہیں، کہاں تک گنے جائیں؟ اور اس کے ہوا خواہ ان باتوں کو ٹالتے ہیں، اور بحث کریں گے تو کاہے میں؟ کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا، مع جسم اٹھائے گئے یا صرف روح؟ مہدی و عیسیٰ ایک ہیں یا متعدد؟ یہ ان کی عیاری ہوتی ہے، ان کفروں کے سامنے ان مباحث کا کیا ذکر؟" [10]

۱۳۳۹ھ میں ڈیرہ غازی خاں سے عبدالغفور صاحب نے استفتاء بھیجا کہ ایک قادیانی کہتا ہے کہ ابن ماجہ شریف کی حدیث کے مطابق ہر صدی کے بعد مجدد ضرور آئے گا، لاہوری پارٹی کا موقف یہ ہے کہ مرزا وقت کا مجدد ہے، اس کے جواب میں امام احمد رضا

۹۔ احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ، طبع مبارکپور، ج ۶، ص ۵۱
۱۰۔ ایضاً: ج ۶، ۳۲-۳۱

بریلوی نے تحریر فرمایا:

مجدد کا کم از کم مسلمان ہونا تو ضرور ہے، اور قادیانی کافر و مرتد تھا، ایسا کہ تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا کہ جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر، لیڈر بننے والوں کی ایک ناپاک پارٹی قائم ہوئی جو گاندھی مشرک کو رہبر، دین کا امام پیشوا مانتے ہیں، گاندھی پیشوا ہو سکتا ہے نہ مجدد [۱۱]

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۲۰ھ میں مولانا شاہ فضل رسول بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف لطیف "المعتقد المنتقد" پر قلم برداشتہ حاشیہ لکھا، اپنے دور کے مبتدعین نو پید افرقوں کا ذکر کرتے ہوئے مرزائے قادیانی کے متعدد کفر گنوائے اور آخر میں فرمایا:

"اس کے علاوہ اس کے بہت سے ملعون کفر ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کے اور دوسرے تمام دجالوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ [۱۲]

۱۳۲۴ھ میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حرمین شریفین کے علماء اہل سنت کی خدمت میں ایک استفتاء بھیجا، جس میں چند فرقوں اور ان کے عقائد کا تذکرہ تھا، ان میں سر فہرست مرزائیوں کا ذکر تھا [۱۳]، اس کے جواب میں حرمین شریفین کے علماء نے مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کو کافر قرار دیا۔

اس کے علاوہ انہوں نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور رد مرزائیت میں مستقل رسائل بھی لکھے۔

۱-جزاء اللہ عدوّہُ بابائِہ ختمَ النّبوّۃ :

اس رسالۂ مبارکہ میں عقیدۂ ختم نبوت پر ایک سو بیس حدیثیں اور منکرین کی تکفیر پر جلیل القدر ائمہ کی تیس تصریحات پیش کیں۔

۲- المبینُ ختمَ النّبیّینَ :

اس رسالہ میں بیان فرمایا کہ خاتم النبیین میں الف لام استغراق کے لئے ہے، یعنی ہمارے آقا و مولا ﷺ تمام انبیاء کرام کے خاتم ہیں، جو شخص اس استغراق کو نہیں مانتا ہے

۱۱-احمد رضا بریلوی، امام : فتاویٰ رضویہ (طبع مبارکپور) ج ۶، ص ۸۱

۱۲-احمد رضا بریلوی، امام : المعتقد المنتقد، مطبوعہ مکتبہ حامدیہ، لاہور، ص ۲۳۹

۱۳-احمد رضا بریلوی، امام : حسام الحرمین، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور، ص ۱۵-۷

کافر کہنے کی ممانعت نہیں ہے، اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا ہے، جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔ [۱۴]

۳- قہر الدیان علی مُرتدٍ بقادیان :

اس میں جھوٹے مسیح، مرزائے قادیانی کے شیطانی الہاموں کا رد کر کے عظمتِ اسلام کو اجاگر کیا ہے۔

۴- السوء والعقاب علی المسیح الکذّاب :

۱۳۲۰ھ میں امر تسر سے ایک سوال آیا کہ ایک مسلمان اگر مرزائی ہو جائے تو کیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی؟ اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس رسالہ میں دس وجہ سے مرزائے قادیانی کا کفر بیان کر کے متعدد فتاویٰ کے حوالے سے یہ حکم تحریر فرمایا:

"یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہ مرتدین کے احکام ہیں--- شوہر کے کفر کرتے ہی عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے [۱۵]

۵-اَلجُرازُ الدّیّانی علَی المُرتدِّ القادیانی :

یہ امام احمد رضا بریلوی کی آخری تصنیف ہے جو آپ نے وفات سے چند دن پہلے تحریر فرمائی۔

آپ کے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ نے "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" تحریر فرمائی، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا مسئلہ تفصیل سے بیان کیا اور مرزا کے مثیل مسیح ہونے کا زبردست رد کیا۔ یہ رسالہ سہارن پور سے آنے والے سوال کے جواب میں لکھا گیا۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس رسالے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بحمداللہ! اس شہر (سہارن پور) میں مرزا کا فتنہ نہ آیا، اور اللہ عزوجل قادر ہے کہ کبھی نہ لائے۔ [۱۶]

۱۴-احمد رضا بریلوی، امام : فتاویٰ رضویہ (طبع مبارکپور) ج ۶ ص ۵۸

۱۵-احمد رضا بریلوی، امام : مجموعہ رسائل رد مرزائیت (مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ص ۴۴

۱۶-احمد رضا بریلوی، امام : مجموعہ رسائل رد مرزائیت (مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ص ۴۶

ردِ مرزائیت میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتووں کو ہر موافق و مخالف نے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے، پروفیسر خالد شبیر احمد، فیصل آباد، دیوبندی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں، اس کے باوجود انہوں نے اپنی تالیف "تاریخ محاسبۂ قادیانیت" میں ردِ مرزائیت سے متعلق امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ بڑے اہتمام سے نقل کیا اور فتوے سے پہلے اپنے تاثرات یوں قلم بند کیے:

"اس فتوی سے جہاں مولانا کے کمالِ علم کا احساس ہوتا ہے، وہاں مرزا غلام احمد کے کفر کے بارے میں ایسے دلائل بھی سامنے آتے ہیں کہ جس کے بعد کوئی ذی شعور مرزا صاحب کے اسلام اور اس کے مسلمان ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"[17]

مزید لکھتے ہیں:

"ذیل کا فتوی بھی آپ کی علمی استطاعت، فقہی دانش و بصیرت کا ایک تاریخی شاہکار ہے، جس میں آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر کو خود ان کے دعاوی کی روشنی میں نہایت مدلل طریقے سے ثابت کیا ہے، یہ فتوی مسلمانوں کا وہ علمی و تحقیقی خزینہ ہے جس پر مسلمان جتنا بھی ناز کریں کم ہے۔"[18]

بعض غیر ذمہ دار افراد نے محض مخالفت برائے مخالفت کے نقطۂ نظر سے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بے سروپا باتیں منسوب کر کے غیر حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کیا اور یہاں تک لکھ دیا:

مرزا غلام قادر بیگ جو انہیں (امام احمد رضا بریلوی کو) پڑھایا کرتے تھے، نبوت کے جھوٹے دعویدار مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے۔[19]

امام احمد رضا بریلوی کے ابتدائی استاذ اور مرزائے قادیانی کے بھائی کا نام ایک ہے، جس کی بناء پر یہ مغالطہ دیا گیا، حالانکہ یہ دونوں الگ الگ شخص ہیں۔

حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بڑے بھائی مرزا مطیع بیگ کے پوتے مرزا عبد الوحید بیگ (بریلی) نے اپنے ایک مقالہ میں اس الزام تراشی کا

۱۷۔ خالد شبیر احمد: پروفیسر: تاریخ محاسبۂ قادیانیت، مطبوعہ فیصل آباد، ص ۳۵۵
۱۸۔ خالد شبیر احمد: پروفیسر: تاریخ محاسبۂ قادیانیت، مطبوعہ فیصل آباد، ص ۳۶۰
۱۹۔ احسان الٰہی ظہیر: البریلویہ، عربی، طبع لاہور، ص ۲۰-۱۹

مسکت جواب دیا ہے، ان کا بیان ہے کہ مرزا غلام قادر بیگ لکھنؤ کے محلہ جھوائی ٹولہ میں یکم محرم، ۲۵/جولائی ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء کو پیدا ہوئے، ان کے والد لکھنؤ سے بریلی منتقل ہو گئے تھے، ہمارا خاندان نسلاً ایرانی یا ترکستانی مغل نہیں ہے، مرزا اور بیگ کے خطاباتِ اعزاز شاہانہ مغلیہ کے عطا کردہ ہیں، مرزا غلام قادر بیگ طبابت کرتے تھے اور دینی تعلیم بلا معاوضہ دیا کرتے تھے، دوسرے طالب علم آپ کے مطب پر پڑھنے آتے، لیکن آپ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان کے مکان پر ہی درس دیتے تھے، پھر ایک وقت آیا کہ انہوں نے اصرار کر کے امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہدایہ کا درس لیا اور فخر سے فرمایا کرتے تھے کہ:

"میں علم و فضل کے شہنشاہ کا شاگرد ہوں، ان شاء اللہ! روزِ قیامت میں بھی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردوں کی مبارک صف میں شامل ہوں گا"

حضرت مرزا غلام قادر بیگ کا انتقال بریلی شریف میں یکم محرم، ۱۸/اکتوبر ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء کو نوے سال کی عمر میں ہوا۔ محلہ باقر گنج میں واقع حسین باغ میں دفن کیے گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

جناب مرزا عبد الوحید بیگ (بریلی) لکھتے ہیں:

"ہمارے خاندان کا کبھی بھی کسی قسم کا کوئی واسطہ و تعلق مرزا غلام احمد قادیانی کذاب سے نہیں رہا، اس لئے یہ کہنا کہ حضرت مولانا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب کے بھائی تھے، انتہائی لغو، بے حیاء اور کذب صریح ہے"۔[20، 21]

۲۰۔ عبد الوحید بیگ مرزا: ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف، شمارہ جون ۱۹۸۸ء
۲۱۔ مقالہ محررہ ۲۵/ذوالحجہ ۱۳۱۸ھ/ ۲۳/اپریل ۱۹۹۸ء (نوٹ: ۲۹/اکتوبر ۱۹۹۸ء کو یہ مقالہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی/اسلام آباد کی طرف سے "ہالی ڈے ان" اسلام آباد میں منعقد امام احمد رضا کانفرنس میں پڑھا۔

باب نمبر 5

تعارفی کلمات

بسلسلہ تقریب رونمائی
"فتاویٰ رضویہ" جدید ایڈیشن باہتمام
رضا فاؤنڈیشن، لاہور ——— منعقدہ ۷ ۱۲/ اکتوبر ۱۹۹۳ء
بمقام آواری ہوٹل، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف فتاویٰ رضویہ، جدید ایڈیشن

باہتمام رضا فاؤنڈیشن، لاہور

نحمدہٗ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

یہ حقیقت واقعیہ کسی سے مخفی نہیں کہ سرزمین پاک و ہند وہ مردم خیز خطہ ہے جہاں سے ہر علم و فن کے عظیم رجال پیدا ہوئے جن پر ہم بجاطور پر فخر کر سکتے ہیں، یہی وہ خطہ ہے جہاں سے کشور علم و عرفان کے وہ تاجدار پیدا ہوئے جن کے فیضان سے پوری دنیا نے اکتساب نور کیا۔

ایسی ہی نادر روزگار شخصیت، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، جن کی علمی، تحقیقی اور فقہی یادگار "فتاویٰ رضویہ" کی جدید اشاعت کے تعارف کے سلسلے میں ہم اس جگہ جمع ہوئے ہیں۔

پاک و ہند کے علمی اور دینی سرمائے میں "فتاویٰ عالمگیری" کے بعد "فتاویٰ رضویہ" کی بارہ جلدیں گرانقدر اضافہ ہیں، "فتاویٰ عالمگیری" حکومت وقت کی سرپرستی میں تیار ہوا جب کہ "فتاویٰ رضویہ" کی تیاری میں کسی حکومت کی سرپرستی شامل نہ تھی، اول الذکر نامی متبحر علماء کی ایک جماعت کی محنت کا ثمر تھا، جب کہ مؤخر الذکر فتاویٰ فرد واحد کی کاوش کا نتیجہ ہے، نیز عالمگیری صرف مسائل پر مشتمل ہے اور "فتاویٰ رضویہ" کے اکثر و بیشتر فتاویٰ دلائل و براہین کا انبار لئے ہوئے ہیں، علاوہ ازیں جدید مسائل کا حل قرآن و حدیث اور قواعد فقہیہ کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

ان تمام خوبیوں کے باوجود ضرورت تھی کہ "فتاویٰ رضویہ" کو دور جدید کے تقاضوں کے مطابق مرتب کر کے شائع کیا جاتا، تاکہ اردو خواں طبقہ بھی اس سے مستفید ہو سکے، سابقہ ایڈیشنوں میں ایک تو سائز بڑا تھا، کسی جلد کا حجم زیادہ کسی کا کم، دوسری بات یہ تھی کہ حوالے اور علمی تحقیقات عربی میں تھیں جن کے ساتھ ترجمہ نہیں تھا، نیز پیراگراف بندی کا فقدان تھا، ان امور کی بنا پر قاری الجھن کا شکار ہو جاتا تھا۔

ایک عرصہ کی سوچ بچار کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی مدظلہ ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور نے مارچ ۱۹۸۸ء میں فیصلہ کیا کہ "فتاویٰ رضویہ" کی از سر نو اشاعت کا اہتمام کیا جائے اور باوجودیکہ ان کی نگرانی میں کئی شعبے کام کر رہے ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر رضا فاؤنڈیشن کی داغ بیل ڈال دی، اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ فتاویٰ کی چار جلدیں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں، پانچویں جلد پریس میں ہے اور چھٹی جلد کتابت ہو رہی ہے، اب یہ برادران اہل سنت اور علمی تحقیقات کے قدر دانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان علمی اور گرانمایہ جواہر کو ہاتھوں ہاتھ لیں، یاد رہے کہ یہ چار جلدیں "کتاب الطہارۃ" کے مسائل پر مشتمل ہیں پانچویں جلد "کتاب الصلوۃ" سے شروع ہو رہی ہے، اور امید ہے کہ فتاویٰ بیس پچیس جلدوں میں مکمل ہو گا ان شاء اللہ العزیز (الحمد للہ ۲۰۰۰ء کی ابتدا میں سترہ جلدیں چھپ چکی ہیں)۔ بلاشبہ مفتی صاحب کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا اور انہیں اس کا اجر ملتا رہے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

چلتے چلتے یہ بھی عرض کر دوں کہ فتاویٰ کی نئی اشاعت کے سلسلے میں ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری مدظلہ العالی[1] اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی نے ہماری سرپرستی فرمائی، مفید مشوروں سے نوازا اور حوصلہ افزائی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ناسازی طبیعت کے باوجود پروفیسر صاحب اس اجلاس میں تشریف فرما ہیں۔

حوالوں کی تخریج کا کام

- مولانا اظہار اللہ ہزاروی
- مولانا محمد عمر ہزاروی
- مولانا محمد ظفر اللہ نیازی انجام دیتے رہے۔

ان دنوں یہ تمام مراحل

- مولانا محمد نذیر سعیدی
- مولانا سردار احمد حسن قادری

دیدہ ریزی اور دماغ سوزی کے ساتھ طے کر رہے ہیں، عربی عبارات کا ترجمہ

- مولانا مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ[2]

۱- وفات (۹ کا دن گزار کر رات ساڑھے دس بجے) ۱۰ ر ذوالحجۃ المبارک ۱۴۱۸ھ/۷ ر اپریل ۱۹۹۸ء

۲- وفات ۳ ر شعبان ۱۴۱۳ھ/۲۸ ر جنوری ۱۹۹۳ء بروز جمعرات انا للہ و انا الیہ راجعون اور تدفین کراچی میں ہوئی۔

☆ مولانا مفتی محمد خاں قادری اور

☆ مولانا محمد صدیق ہزاروی، نے انجام دیا،

☆ مولانا محمد عبدالستار سعیدی

☆ مولانا محمد منشا تابش قصوری اور

☆ مولانا محمد صدیق ہزاروی

مفید مشورے دیتے رہے، اس طرح اتنے علماء کی اجتماعی کوششوں سے چار جلدیں منظر عام پر آئی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم ﷺ کے طفیل اس کار عظیم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

موجودہ ایڈیشن میں آپ چند خصوصیات ملاحظہ فرمائیں گے۔

۱- حواشی میں مآخذ کی جلد، صفحہ اور ایڈیشن کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

۲- عربی عبارات کا ایک کالم میں اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

۳- پیرابندی کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۴- اس امر کا اہتمام کیا گیا ہے کہ سائز درمیانہ ہو اور تمام جلدیں حجم میں تقریباً یکساں ہوں

۵- کتابت و طباعت معیاری، کاغذ بہترین اور جلد عمدہ ہو۔

اس اجلاس میں جو دانشور اور اصحاب علم مقالات پیش کریں گے وہ علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہیں، اس لئے ان کا تعارف کرانے کی بجائے صرف ان کے مقالات کے عنوانات پیش کرنے پر اکتفاء کروں گا:

۱- قاضی عبدالدائم دائم (ہری پور)	فتاویٰ رضویہ کا خطبہ - علم و فضل کا شہ پارہ فکر و فن کا مہ پارہ
۲- پروفیسر ڈاکٹر محمد صادق ضیاء، فیصل آباد	فتاویٰ رضویہ، علم ریاضی اور بینات کا استعمال
۳- پروفیسر ڈاکٹر ثناء اللہ بھٹی، لاہور	ریاضیاتی علوم میں امام احمد رضا بریلوی کے کارہائے نمایاں
۴- صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی، لاہور	
۵- ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، لاہور	ترجمۂ قرآن فقہ و کلام کی روشنی میں

۶- پروفیسر محمد اسحاق بھٹی ، لاہور	علم فقہ اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی
۷- پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ، لاہور ۸- میاں نذیر احمد	فتاویٰ رضویہ کی علمی قدر و قیمت

اس تقریب کی صدارت مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی فرما رہے ہیں، میاں نذیر اختر، جج ہائی کورٹ، لاہور، اور تحقیقات رضویہ کے متخصص پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، اور ماہنامہ ضیائے حرم کے مدیر جناب صاحبزادہ امین الحسنات۔

میں اراکین رضا فاؤنڈیشن اور حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی طرف سے ان تمام حضرات اور تمام حاضرین کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہماری درخواست پر اس اجلاس میں شرکت فرمائی۔

آخر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ تمام کام اللہ تعالیٰ جل مجدہ العظیم کے خاص فضل و کرم اور نبی اکرم ﷺ کی نظر عنایت سے اس مرحلے تک پہنچا ہے اور ان شاء اللہ العزیز پایۂ تکمیل تک بھی پہنچے گا۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ یہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کی بہت بڑی کرامت ہے۔[1]

1- یہ خطبہ ۱۲ /۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو اواری ہوٹل، لاہور میں پڑھا گیا۔۔۔اب تک "فتاویٰ رضویہ" جدید کی سولہ جلدیں منظر عام پر آ چکی ہیں اور کام پیہم جاری ہے ۔۔۔۔۔۔۔طاہر

نغمات رضا

علوم دینیہ میں تبحر اور سخنوری میں کمال کا اجتماع بہت کم حضرات کو میسر ہوا ہے حضرت رومیؔ، جامیؔ، سعدیؔ، بوصیریؔ اور امیر خسرو کے قافلۂ عشق و محبت کے حدی خوان، حضرت رضا بریلوی بیک وقت عبقری فقیہ بے مثال محدث، اسرار قرآن کے عارف، رموز دین کے شناسا، امت مسلمہ کے بہی خواہ مفکر اور بارگاہ رسالت کے سحر بیان نعت گو شاعر تھے۔

ان کے ہاں آمد ہے، سوز و گداز ہے، شوکت الفاظ اور شکوہ بیان ہے، ان کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام اصناف سخن میں سے محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کی نعت اور اولیاء کرام کی منقبت کو اپنایا اور اس میدان کی نزاکت اور آداب کو اس طرح نبھایا کہ باید و شاید، اللہ تعالیٰ نے ان کے کلام کو وہ مقبولیت عامہ عطا فرمائی ہے کہ پاک و ہند کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی آپ کا کلام محبت و عقیدت سے پڑھا اور سنا جاتا ہے، بڑے بڑے شعراء اور ادیب آپ کے کلام کا مطالعہ کر کے بے ساختہ داد و تحسین پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ذیل میں چند تاثرات پیش کیے جاتے ہیں سب سے پہلے ایک ہندو صحافی مدیر ہفت روزہ تجلّی (پٹنہ) کا تاثر ملاحظہ ہو۔

مجھے رام چندر کی قسم کہ گذشتہ دنوں مدرسہ دیوبند میں، میں نے دیوبندی حضرات کے فریق مخالف مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری پر حدائق بخشش نامی کتاب دیکھی تو حیران و ششدر ہو کر رہ گیا کہ یہ دیوبندی حضرات، مولانا احمد رضا

خاں کو کافر کہتے ہیں اور اسے گالیاں دیتے ہیں مگر اس کے برعکس مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں کا ایک ایک شعر علم وادب کا مرقع ہے اور حدائق بخشش ایک گنجینۂ حق ہے کہ جسے اہل ادب اگر اپنا اثاثہ حیات سمجھیں تو بجا ہے۔(۱)

جناب رئیس امروہوی لکھتے ہیں:

ان کی تصانیف نثر اور ان کی شاعری کیف و سرور سے لبریز ہے جس سے عجب طرح کا انشراح صدر ہوتا ہے۔ روح پر اہتزازی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ وہ ایک صوفی باصفا اور عالم جلیل تھے ایسی کمیاب شخصیتیں تاریخ ساز بھی ہوتی ہیں اور عہد آفریں بھی۔(۲)

حافظ لدھیانوی لکھتے ہیں:

ان کی گفتگو کا محور' ان کے کلام کا رنگ' ان کی سوچ کا انداز' ان کے فکر کا مرکز عشق رسول اور صرف عشق رسول تھا' میں تو سمجھتا ہوں کہ انکے پیکر پر عشق مصطفیٰ کی قبا راس آئی (۳)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان سابق صدر شعبہ اردو' سندھ یونیورسٹی لکھتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے اردو نظم و نثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کئے ہیں اور اپنی علمیت سے شاعری میں چار چاند لگا دیئے ہیں، وہ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو اصل تصوف سمجھتے تھے (۴)

۱۔ محمد مسعود احمد پروفیسر: (افتتاحیہ، خیابان رضا (عظیم پبلی کیشنز، لاہور) ص ۲۳
۲۔ محمد مرید احمد چشتی: خیابان رضا، ص ۶۵
۳۔ ایضاً ص ۵۸
۴۔ ایضاً ص ۷۷

حضرت نظیر لدھیانوی ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

مولانا کو شیریں زبانی کے اعتبار سے اہل زبان پر سبقت حاصل ہے اور بیان میں ندرت ہے اس دور میں داغ، امیر، حالی، اکبر، اور داغ و امیر کے تلامذہ کی زبان سلاست، سادگی اور محاورہ کے اعتبار سے مسلم تھی، مولانا کی زبان، شگفتگی اور روانی میں ان اساتذہ کی زبان سے کسی طرح بھی کم نہیں(۱)

پروفیسر علی عباس جلال پوری لکھتے ہیں:

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قادری نے فارسی اور اردو میں بے مثال نعتیں لکھی ہیں، جن کے بغیر درود و سلام کی کوئی محفل گرمائی نہیں جاسکتی، ان کا ایک ایک لفظ عشق رسول میں بسا ہوا ہے اور انہیں سن کر سامعین کے دل، عشق رسول سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ ادبی لحاظ سے بھی یہ نعتیں حسن بیان کے اچھوتے نمونے ہیں۔(۲)

جناب سید شان الحق حقی لکھتے ہیں:

بہترین ادبی تحقیقات وہی ہیں جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے روحانی سرور اور اخلاقی بصیرت کا ذریعہ ہوں میرے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے مبرا ہے اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں اس کی مقبولیت اور دلپذیری ہی اس کا سب سے بڑا ادبی کمال اور مولانا کے شاعرانہ مرتبے پر دال ہے۔

۱۔ محمد مرید احمد چشتی: جہان رضا (مجلس رضا، لاہور) ص ۲۲
۲۔ ایضاً: ص ۱۰۹
۳۔ ایضاً: ص ۱۹۳

حسن تاثیر کو صورت سے نہ معنی سے غرض
شعر وہ ہے کہ لگے جھوم کے گانے کوئی (۱)

خصوصاً بارگاہ رسالت میں لکھے گئے سلام رضا کو تو آفاقی مقبولیت حاصل ہوئی ہے کہ کسی سلام کو حاصل نہ ہوئی' شاید ہی کیف محبت سے آشنا کوئی شخص ایسا ہوگا جسے اس سلام کے دو چار اشعار یاد نہ ہوں۔

جناب عابد نظامی لکھتے ہیں:

مولانا کا مشہور و مقبول سلام "مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" ہر شخص نے کئی کئی بار سنا ہوگا اور بقول پروفیسر یوسف سلیم چشتی ہندوپاک میں شائد ہی کوئی عاشق رسول ایسا ہوگا جس نے اس سلام کے دو چار شعر حفظ نہ کر لئے ہوں، بلاشبہ یہ سلام سلاست، روانی، تسلسل، شاعرانہ حسن کاری، والہانہ پن کی وجہ سے اردو کا سب سے اچھا سلام ہے۔(۲)

ماضی قریب میں کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ایک کلام یک دم آسمان شہرت پر پہنچ گیا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کی مقبولیت ماند پڑنے لگی، جب کہ امام احمد رضا بریلوی کے کلام کی مقبولیت روز افزوں ترقی پر ہے اسے سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ یہ سلام و کلام خدا و رسول کی بارگاہ میں مقبول ہو چکا ہے (جل و علی و صلی اللہ تعالی علیہ وسلم)

سلام رضا میں' پیکر حسن و جمال' محبوب رب ذوالجلال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ' شمائل حمیدہ' جود و عطا اور عظمت و جلالت کو اس حسین پیرائے میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہر مصرع ایمان کو تازگی بخشتا اور روح کو معطر کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے

۱۔ محمد مرید احمد چشتی: خیابان رضا ص ۶۸
۲۔ عبدالنبی کوکب مولانا: مقالات یوم رضا (دائرۃ المصنفین، لاہور) ج ۱ ص ۱۲۲

اس کے بعد اہل بیت کرام اور صحابہ عظام کی بارگاہ میں عقیدت و محبت میں ڈوب کر سلام عرض کیا گیا ہے۔ پھر ائمہ مجتہدین اور اولیائے کاملین' خصوصاً سیدنا غوث اعظم کے دربار میں سلام نیاز کی ڈالیاں پیش کی ہیں اور آخر میں بارگاہ خداوندی میں دعا کی ہے کہ بار الہا! جس طرح ہم دنیا میں تیرے حبیب اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شوکت کے ڈنکے بجاتے ہیں' اسی طرح روز قیامت بھی ہمیں نعت اور سلام کے نغمے پیش کرنے کی سعادت عطا فرما۔ آمین ثم آمین۔

آداب سلام

محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کرتے وقت چند امور پیش نظر رہنے چاہئیں۔

۱۔ انتہائی خلوص و محبت اور ادب و احترام سے باوضو سلام عرض کیا جائے' عید میلاد النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے جلوس میں بھی یہی اہتمام ہو۔

۲۔ سلام عرض کرتے وقت آواز حد اعتدال سے زیادہ بلند نہ ہو' حبیب خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، خداداد قوت سے خود بھی اہل محبت کا درود و سلام سنتے ہیں اور فرشتے بھی ہم غلاموں کا ہدیہ ء صلوٰۃ و سلام بارگاہ ناز میں پیش کرتے ہیں۔ اس لیے شعوری طور پر کوشش کی جائے کہ آواز چلانے کی حد تک بلند نہ ہو۔ بعض لوگ بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کو ہی پسند نہیں کرتے ہیں۔ اور بہ طور دلیل آیت مبارکہ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ پیش کرتے ہیں، حالانکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، ظاہر ہے کہ یہ حکم ان حضرات کے لیے ہے جن سے آپ گفتگو فرما رہے ہوں، یہ نعت عظیمہ ہم خفتہ بختوں کو

کہاں بہتر ہے؟

۳۔ تلفظ صحیح ہونا چاہیے اور بہتر ہوگا کہ نعت خواں حضرات کسی صاحب علم کو سنا کر اطمینان کر لیا کریں۔

۴۔ اشعار کی ترتیب ملحوظ رکھی جائے پہلے بارگاہ رسالت میں سلام عرض کیا جائے، پھر اہل بیت، صحابہ اور اولیاء کی بارگاہ میں عرض کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ اول، آخر اور درمیان، جہاں سے کوئی شعر یاد آیا پڑھ دیا۔

۵۔ معراج شریف، میلاد پاک، اہل بیت اور صحابہ کرام کے ایام ہوں یا گیارہویں شریف کی محفل، دیگر اشعار کے علاوہ موقع کے مناسب اشعار بھی پڑھے جائیں۔

۶۔ عربی میں لفظ "صلوٰۃ" درود شریف کے معنی میں آتا ہے سلام پڑھتے وقت ایسے اشعار بھی پڑھے جائیں جن میں درود کا ذکر ہے تاکہ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا کی تعمیل میں درود اور سلام دونوں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ مثلاً

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود
فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

۷۔ حدیث شریف میں امام کے لئے ہدایت ہے کہ بیمار اور صاحب حاجت کا خیال رکھا جائے اور مقدار مسنون سے زیادہ طویل قراءت نہ کی جائے، یہی ہدایت، سلام میں بھی ملحوظ رہنی چاہئے اور زیادہ اشعار نہ پڑھے جائیں، تاکہ زیادہ سے زیادہ اہل محبت ذوق و شوق سے شرکت کر سکیں، نیز گرہ لگا کر دیگر اشعار پڑھنے سے بھی گریز کیا جائے

۳ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری
۲۷ دسمبر ۱۹۸۴ء

کتابیات

کتب

۱۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن
۲۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: الدولۃ المکیہ
۳۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: المحجۃ المؤتمنہ
۴۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: قصیدہ چراغ انس، مطبوعہ بدایوں
۵۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ جلد ۱، مطبوعہ فیصل آباد
۶۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ جلد ۱، مطبوعہ شیخ غلام علی، لاہور
۷۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ جلد ۶، مطبوعہ مبارکپور
۸۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲، مطبوعہ لاہور
۹۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: المعتمد المستند، مطبوعہ ترکی
۱۰۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: بساتین الغفران، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۷ء
۱۱۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: الکلمۃ الملہمۃ، مطبوعہ ملتان
۱۲۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: سبحان السبوح، مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور
۱۳۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: احکام شریعت، جلد نمبر ۱، مطبوعہ کراچی
۱۴۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: المعتقد المنتقد، مطبوعہ مکتبہ حامدیہ، لاہور
۱۵۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: حسام الحرمین مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور
۱۶۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: مجموعہ رسائل رد مرزائیت، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور
۱۷۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: حدائق بخشش جلد ۲، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی
۱۸۔ اشرف علی تھانوی، مولوی: الامداد، مطبوعہ امداد المطابع، تھانہ بھون
۱۹۔ اشرف علی تھانوی، مولوی: حفظ الایمان، مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند
۲۰۔ اشرف علی تھانوی، مولوی: الخطوب المذیبۃ۔

۲۱-اشرف علی تھانوی، مولوی : بہشتی گوہر، حصہ یازدہم، مطبوعہ ملک محمد دین، لاہور

۲۲-احسان الٰہی ظہیر، مولوی : البریلویہ (عربی) مطبوعہ لاہور

۲۳-ثناء اللہ پانی پتی، قاضی، : تفسیر مظہری (عربی) جلد ۳، مطبوعہ ندوۃ المصنفین، دہلی

۲۴-حسنین رضا خاں، علامہ : وصایا شریف

۲۵-حکیم عبدالحی، مولوی : نزھۃ الخواطر، جلد ہشتم

۲۶-خالد شبیر احمد، پروفیسر : تاریخ محاسبہ قادیانیت، مطبوعہ فیصل آباد

۲۷-احمد علی، ڈاکٹر : مقالات یوم رضا، جلد ۳، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور

۲۸-عبدالماجد دریا آبادی، مولوی : حکیم الامت، مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

۲۹-عزیز الحسن : اشرف السوانح جلد ۱، مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ، دہلی

۳۰-غلام شبر قادری، مولانا : تذکرہ نوری، مطبوعہ فیصل آباد

۳۱-فیروز الدین، مولوی : فیروز اللغات اردو، مطبوعہ فیروز سنز لاہور

۳۲-محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی، علامہ : شرح المواہب اللدنیہ، جلد ۷ مطبوعہ مصر، ۱۲۹۲ھ،

۳۳-مسلم بن الحجاج قشیری، امام : مسلم شریف عربی، جلد ۲، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، دہلی

۳۴-محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام : بخاری شریف، جلد ۲، مطبوعہ رشیدیہ، ہند

۳۵-مصطفےٰ رضا خاں، مفتی اعظم : ملفوظات حصہ سوم، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور

۳۶-محمد عزیز الرحمٰن بہاولپوری، مولانا : فیصلہ شرعیہ قرآنیہ

۳۷-محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : حیات اعلیٰ حضرت، جلد ۱، مطبوعہ کراچی

۳۸-محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر : اختتامیہ خیابان رضا، مطبوعہ لاہور

۳۹-محمد عبدالعظیم زرقانی، علامہ : مناہل العرفان جلد ۱ (دار احیاء الکتب العربیہ، مصر)

۴۰-محمد بن مکرم افریقی، علامہ امام : لسان العرب، جلد ۵، مطبوعہ دار صادر، بیروت

۴۱-محمود احمد قادری، مولانا : تذکرہ علماء اہلسنت، مطبوعہ فیصل آباد

۴۲-محمد یعقوب ضیاء القادری، مولانا : اکمل التاریخ، جلد ۱، مطبوعہ مطبع قادری، بدایوں

تعارف .... مقالات رضویہ

شرف ملت، محسن اہل سنت حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری اہل سنت وجماعت کے ان معدودے چند ممتاز قلمکاروں میں سے ہیں جنہوں نے عصر حاضر کے عظیم اسلامی مصلح و مفکر امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے پیغام محبت کی خوشبو سے چار دانگ عالم مہکانے میں اہم کردار ادا کیا، یقیناً یہ بات ان کے خلوص دل اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم کی مرہون منت ہے، وہ لکھتے ہیں تو ان کی تحریر میں ایسی لطافت ہوتی ہے کہ اپنے پرائے سب کے دلوں میں اترتی چلی جاتی ہے یقیناً یہی حکمت ہے اور اچھی نصیحت بھی، جسے قرآن کریم نے دعوت دین کے لئے ضروری قرار دیا ہے ان کی علمیت، نیک نفسی للہیت، اور دل کی دردمندی نے ان کی تحریروں کو ایک خاص آہنگ دے دیا ہے۔

پیش نظر کتاب "مقالات رضویہ" حضرت علامہ شرف ملت کی ان عطربیز تحریروں کا مجموعہ ہے جو امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب زیست کے تابندہ اوراق کھولتی ہیں، یہ تحریریں مختلف کتابوں اور مجلات کی زینت تھیں اور شاید یونہی بکھری رہتیں لیکن فاضل نوجوان جناب محمد عبد الستار طاہر نے ان گلہائے رنگارنگ کو یکجا کر کے ایک گلدستہ بنا دیا، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور پیش نظر مقالات کو امام اہل سنت کے متعلق شکوک وشبہات کی دلدل میں پھنسے ہوئے لوگوں کے لئے باعث ہدایت بنائے۔

مینجر:

مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور